کئے جا سکتے ہیں اور ایسے امیدوار اور کارکن ہر پارٹی میں ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی پارٹی کے عام کارکن اور امیدوار موقع ملنے پر بھرپور ناجائز اور غیر اخلاقی بلکہ اخلاق سوز حرکات کا بے محابہ استعمال کرتے ہیں۔

یہ صورت حال جمہوریت پر سے اعتماد کو ختم کرتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ایسے طرز کی حکومت قائم ہو سکتی ہے جس میں اقتدار و اختیار کا سرچشمہ عوام نہ ہوں۔ روما کی تاریخ میں جولیس سیزر سے پہلے ایک متعین مدت کے لئے دو قنصل کا انتخاب ہوا کرتا تھا اور یہ دونوں قنصل ایک کمیٹی کا انتخاب کرتے تھے اور اسی کمیٹی اور دونوں قنصل کے ہاتھ میں رومی سلطنت کا اقتدار اعلیٰ مرکوز رہتا تھا۔ رومی عوام براہ راست دو قنصل کا انتخاب کرتے تھے لیکن اس انتخاب میں رشوت اور فریب و چالبازی کی اس قدر گرم بازاری ہوئی کہ عوام کی حقیقی اور صحیح رائے کا سامنے آنا مشکل ہو گیا اور اس کے نتیجہ میں روم میں جمہوریت کے بجائے ڈکٹیٹرشپ بلکہ فوجی ڈکٹیٹرشپ قائم ہو گئی کیونکہ جب عوام کا اعتماد جمہوریت سے اٹھ جائے گا تو پھر جمہوریت کے قیام کے لئے ان کی سرگرمی اور کوششیں خود بخود کمزور ہو جائیں گی اور اس طرح حوصلہ مند لوگوں کے لئے اپنے ذاتی اقتدار کے حصول کا موقع میسر آ جائے گا۔

اقتدار کی حرص اور جاہ و منصب کے حصول کی تمنا کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ اگر ان خواہشات کو اپنے حدود میں رکھ کر قابو نہیں پایا جاتا تو پھر حصول اقتدار کی راہ میں حائل ہونے والے تمام اخلاقی اصول اور انسانی شرافت و کرامت کے سارے مظاہر پامال ہو جائیں گے اور یہ دن کسی قوم اور ملک کے لئے اس کی قسمت پر مہر لگ جانے کا دن ہے۔

در اصل انسان کے لئے جو چیز باعث شرف و فضیلت ہے وہ اس کے کردار اس کی سیرت کی بلندی ہے اور جاہ و منصب کا حصول اگر انسان کو اخلاقی بلندی کے حصول میں مدد دیتے ہیں تو یہ بہت بڑی بات ہے لیکن تمام اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کر کے بلکہ ان کو روند کر اگر جاہ و اقتدار حاصل بھی ہوا تو وہ کس کام کا، اگر اقتدار و حکومت سے بنی نوع انسان کو آرام و راحت پہنچایا جائے اور اس کے ذریعہ غریبوں اور بے سہارا لوگوں کو راحت و آرام کی زندگی میسر ہو اور اگر اس کے ذریعہ انسانی آبادی امن و آرام سے زندگی بسر کر سکے تو ایسا اقتدار اور ایسی حکومت اللہ کا ایک بہت بڑا فضل اور اس کی نعمت ہے۔ اور در اصل اقتدار و حکومت کے حصول کا یہی مقصد ہونا چاہئے۔

بقیہ

دینا ہے جس نے اس مدرسہ کو اس قدر جلد بام عروج پر پہونچا دیا ہے۔ اس مدرسہ کے مہتمم مولانا عبداللہ صاحب سے بھی ملاقات بہت سرسری اور مختصر ہی رہی جس کا ہم لوگوں کو اور مولانا کو بڑا افسوس رہا اس کے بعد ہم لوگ جھرنا پہونچ گئے جو تکیشور سے پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔ نو بجے ہم لوگ جھرنا پہونچے، مولانا نور گت صاحب سے ملاقات ہوئی۔

چار پانچ سال سے مولانا آدی باسیوں کے علاقہ میں مالی اور تعلیمی حیثیتوں سے پچھڑے ہوئے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے یہ ادارہ قائم فرمایا ہے تقریباً ستر چھوٹے بچے اور بچیاں اس ادارہ میں موجود ہیں ان کے جملہ مصارف اسی مدرسہ سے دیے جاتے ہیں اور باقاعدہ مدرسہ میں باورچی خانہ کا انتظام ہے۔ ان بچوں کی تعلیم فی الحال سرکاری مدرسہ میں ہوتی ہے لیکن ان کا قیام اور ان کی جملہ کفالت اور ان کی دینی تربیت کا انتظام مولانا کے قائم کیے گئے مدرسہ سے ہوتی ہے لیکن ان کا قیام اور ان کی تعلیم و تربیت مدرسہ سے متعلق ہے دینی معلومات اور ضروریات دینیہ سے متعلق جملہ احکام اور مسنون دعائیں سارے بچوں اور بچیوں کو ازبر یاد کرائی گئی ہیں۔ سارے لڑکوں کو ایک قطار میں کھڑے کر کے ہم لوگوں کے سامنے اس کا مظاہرہ بھی کرایا گیا۔ یہ کام انتہائی صبر آزما اور کٹھن ہے لیکن جس علاقہ کو مولانا نے کام کے لیے منتخب فرمایا ہے اس میں اس طرح کا کام ہونا انتہائی ضروری ہے اور مستقبل میں بہت زیادہ بہتر نتائج اور ثمرات کا حامل ہے وہ گھرانے اور وہ خاندان جو اقتصادی حیثیت سے بہت پیچھے کمزور دلاچار ہیں اور علمی و تہذیبی، ثقافتی حیثیتوں سے بہت پیچھے ہیں۔ دینی احکام کے معاملہ میں عرصہ دراز سے ان کے خاندان بالکل ناواقف ہیں۔ ایسے علاقہ میں مولانا موصوف کی یہ کوشش اور جدوجہد بڑا دینی کام ہے اور اللہ تعالیٰ مولانا کے کام میں برکت دے۔

مولانا کا دوسرا مدرسہ جھرنا سے زیادہ فاصلہ پر ہے اسلیے وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن ایک مدرسہ کو دیکھنے کے بعد دوسرے کا بھی اندازہ ہو گیا کہ وہاں بھی کام کی نوعیت کیا ہو گی۔ پھر شام تک ہم لوگ سلک واپس آگئے اور دوسرے دن براہ بمبئی لکھنؤ کے لیے روانہ ہو گئے۔

دینی اور علمی کام کے لیے جو جذبہ اور لگن، محنت و جانفشانی اور نظم و انتظام اور منصوبہ بندی کے ساتھ کام کا نمونہ میں نے اس اس سفر میں گجرات کے چار پانچ اداروں میں دیکھا اس سے بہت متاثر ہوا اپیل کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دینی کارکن حضرات کو مزید کام کی توفیق عنایت فرمائیں اور ان کے لیے اپنے دین کی خدمت سہل فرمائیں۔ آمین

ارکانِ اربعہ

(نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج)

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناموراہلِ نظر واہلِ فکر کی نظر میں

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم لکھتے ہیں:۔

"مصنف کی تمام کتابوں میں یہ کتاب شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی اس سے محروم نہ رہے اور اس لائق ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں اسے رکھا جائے"۔

("معارف" اعظم گڑھ)

مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے لکھا ہے کہ:۔

"شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بعد یہ علم "اسرار شریعت"، متروک سا ہو گیا تھا...... بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے... اس علم کا احیاء ہی نہیں کیا بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا ہے"۔

(رسالہ "برہان" دہلی)

مولانا سید احمد عروج قادری لکھتے ہیں:۔

"فاضل مصنف نے اپنی بے حد قابل قدر کتاب میں ارکان اربعہ کی شرعی حیثیت، دین میں ان کی اہمیت، اجتماعی زندگی میں، ان کے مقام اور مقاصد اور اسرار سے بحث کی ہے...... (اسرار شریعت کے نامور مصنفین کی کتابوں سے استفادہ) کے علاوہ خود مولانا کے احساسات و تأثرات، فہم و بصیرت نے اگلے علماء کے افادات میں چار چاند لگا دیے ہیں"۔

(رسالہ "زندگی" رامپور)

کتابت و طباعت دیدہ زیب، خوشنما و سادہ ڈسٹ کور، قیمت علاوہ محصول ڈاک، مبلغ پندرہ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوہ، لکھنؤ

افغانستان میں روسی جارحیت

(محمود الازہار ندوی)

افغانستان میں روس کی مبینہ فوجی مداخلت کی وجہ سے حفیظ اللہ امین جو چند ماہ قبل اپنے سابق سربراہ نور محمد تراکی کی جگہ پر برسر اقتدار آئے تھے سوشلسٹ ممالک کی طرح مزعوم و خیالی مقدمہ سے کہ وہ سی۔ آئی۔ اے کے ایجنٹ ہیں پھانسی دیدی گئی اور اقتدار بابرک کرمیل کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

اس سے قبل کے دونوں صدر نور محمد تراکی اور حفیظ اللہ امین افغانستان کی خلق پارٹی سے تعلق رکھتے تھے جس کا بنیادی نقطۂ نظر حصول اقتدار ہے اور کمیونزم نظام اور اسکی ہم نوائی ثانوی حیثیت ہے برخلاف پرچم پارٹی کے کہ وہ ملک میں کمیونزم نظام کے نفاذ کو اولیت دیتی ہے اور اقتدار کی ثانوی حیثیت ہے اسی اختلاف کے باعث اسکے لیڈران بیرون ملک بحیثیت سفیر یا جلاوطنی کی زندگی گذار رہے تھے اور ماسکو سے قریبی تعلقات رکھے ہوئے تھے، وہ اس جارحیت کے وقت بھی ملک کے باہر تھے ان میں بابرک کرمیل اور وزیر خارجہ شاہ محمد دوست ہیں۔

انقلاب سے چند روز قبل مسٹر امین نے عربی کے مشہور اخبار "الشرق الاوسط" کو ایک انٹرویو میں سابقہ صدروں کے خلاف انقلابی کارروائیوں کی تفصیل بتاتے ہوئے اپنے ساتھیوں پر اعتماد کا اظہار کیا تھا اور ملک میں ایک سوشلسٹ معاشرہ قائم کرنے پر زور دیا تھا اور روسی فوجی اڈوں کے قیام کو بالکل مسترد کر دیا تھا اور اس کی یہ دلیل دی تھی کہ افغانستان ایک ناوابستہ ملک ہے۔

نور محمد تراکی کی حکومت اس سے قبل اس لئے ختم کی گئی تھی کہ وہ اسلامی مجاہدین کے خلاف کوئی بڑی کارروائی کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھی اور آئے دن ملک میں مختلف جگہوں پر اسلامی سرفروش مجاہدوں کو کامیابیاں ملتی چلی آ رہی تھیں ماسکو نے چاہا کہ اپنے دوسرے ہمنوا کے ذریعہ اس کا سد باب کرنا چاہا اور حفیظ اللہ امین کا اس طرح عروج ہوا۔

اقتدار پر حفیظ اللہ امین کے آنے سے ملک کے حالات پرسکون نہ ہو سکے اور گفت و شنید کی بار بار اپیلوں کی خاطر خواہ اثر مجاہدین پر نہ پڑا اور دن بدن انکا دباؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ روسی اسلحہ اور مشیر ان کی پیشقدمی روکنے میں ناکام ہوتے ہے اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے تھے۔

نور محمد تراکی کے اقتدار پر فائز ہونے کے ساتھ ہی مسلسل یہ خبریں آ رہی تھیں کہ روسی فوجیں سرحد پر اکٹھا ہو رہی ہیں لیکن اس جماؤ میں حفیظ اللہ امین کے دور اقتدار میں مزید تیزی ہو گئی اور بالآخر افغانستان میں وہی ٹیکنیک اپنائی گئی جو اب تک چیکوسلواکیہ مشرقی جرمنی میں اپنائی جا چکی ہے۔

افغانستان کے سابق فرماں روا ظاہر شاہ کی غیر موجودگی میں جب وہ علاج کی غرض سے اٹلی گئے ہوئے تھے جولائی ۱۹۷۳ء میں سردار داؤد خاں نے جو ان کے رشتہ میں بہنوئی ہوتے تھے کمیونسٹ امداد و تعاون سے برسر اقتدار آئے تھے جس کے تقریباً ۵ سال بعد نور محمد تراکی نے ۲۷ر اپریل ۱۹۷۸ء کو سردار داؤد کا تختہ الٹ دیا اور عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ۱۸ر ستمبر ۱۹۷۹ء کو حفیظ اللہ امین تراکی کے خلاف انقلاب لائے اور خود صدر بن گئے کرمیل نے ان کا تختہ الٹ دیا اور خود صدر بن گئے جن کی طلب پر روسی فوج (بقول ماسکو) سرزمین افغانستان میں داخل ہو گئی جس سے وہاں کے حالات مزید ابتر ہو گئے اور تمام نشریات کو براہ روس کر دیا گیا۔

ان تینوں سربراہوں کے اقتدار پر قبضہ اور تنزلی کے طریقہ کار کو دیکھا جائے تو اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ کی عدم موجودگی میں داؤد خاں کے ذریعہ جس انقلاب کی ابتدا ہوئی تھی اسی وقت سے وہاں کے سربراہ روس کی تائید و حمایت سے آتے جاتے رہے ہیں اور اپنا اور اپنے خاندان اور وزراء کا خون بطور قصاص دیتے چلے رہے اب یہ دیکھنا ہے کہ بابرک کرمیل کی رخصتی کس شان سے ہوتی ہے۔

افغانستان میں روسی افواج ۵۰ ہزار سے زائد بتائی جاتی ہے وہ کابل میں قسط وار داخل ہوئی۔ اس نے سب سے پہلے کابل میں افغان فوج کو غیر مسلح کر دیا اور وہاں پر کنٹرول قائم کرنے کے بعد اسلام پسندوں کے علاقہ پکتیا، جلال آباد اور دیگر صوبوں کی جانب روانہ ہو گئی۔ جلال آباد پڑوسی ملک پاکستان سے صرف ۵۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ روس اسکے قبل چیکوسلواکیہ کی ڈوبچیک حکومت کے خلاف فوجی مداخلت کر چکا ہے اور اس کے اس اقدام پر بھی دنیا کے آزاد پسند ممالک نے آوازیں اٹھائی تھیں اور اس پر تشویش اور سخت رد عمل کا اظہار کیا تھا اس وقت بھی اس کے قریبی ممالک ایران، ہندوستان و پاکستان سب نے اس پر سخت مذمت کی ہے لیکن ہندوستان کے اشتراکیت پسند لیڈر جواب تک روس مداخلت کی پالیسی کے ہمنوا رہے ہیں وہ اس کا اندرونی معاملہ قرار دے کر اس کی اہمیت کم کر رہے ہیں نیز اس بابت امریکہ کی جانب سے پاکستان کی فوجی امداد پر سے پابندی ہٹنا برصغیر کے مسائل میں مزید پیچیدگی پیدا کرے گی اور امریکہ اس قسم کے اقدامات کر کے آگ لگا کر تماشہ بین بن جاتا ہے۔

روس کے اس اقدام سے پڑوسی تیل برآمد کرنے والے ممالک مزید خطرات محسوس کر رہے ہیں ایران ابھی تک اسلامی انقلاب کے نتیجہ میں اندرون ملک میں غیر یقینی صورتحال سے گذر رہا ہے اس کے پڑوس میں عراق اور سوریہ جیسے کمیونسٹ نواز ممالک ہیں اگر کمیونسٹ نواز مسلم ممالک کی جانب سے ایسا رد عمل نہیں آیا ہے جس سے اس جارحیت کی تائید ہو مگر ان کے توسط سے ماسکو اپنی قوت کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں اپنی قدیم ٹیکنیک کے ذریعہ اپنے توسیع پسندانہ عزائم کو عملی جامہ پہنا سکتا ہے، وہ اس سے قبل بھی تیل کے ذخائر پر للچائی ہوئی نظریں ڈالتا رہا ہے اور بالادستی قائم کرنے کا خواب دیکھتا رہا ہے وہ اس کے لئے جدید ترین ساز و سامان ہیلی کوپٹر ٹینک اور توپیں کثیر تعداد میں فراہم کرتا رہا ہے۔

افغانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے اپنی پوری تاریخ میں کسی ملک کی بالادستی تسلیم نہیں کی انگریزوں نے ان کو زیر کرنا چاہا مگر وہاں کے حالات اور افغانوں کی دلیر اور جرأتمندانہ مجاہدانہ کارروائیوں نے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا، افغانستان میں عوام حکمراں طبقہ کے ساتھ اس سے قبل نہ تھے، اور موجودہ جارحیت کے بعد تو یہ اعتماد بالکل ختم ہو گیا۔ فوج میں برائے نام ذہنی یکسانیت کی وجہ سے یہ طبقہ حکمراں بنا رہا اور عوام کے علی الرغم کرسی سے چمٹا رہا۔

لینن پچاری چھ سال سے پلان کے ذریعہ طاقت آزمائی کرتے رہے ہیں وہ غیر مسلم معصوم افغانیوں کی خون سے ہولی کھیلتے رہے اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ اگر اس کی زد میں پڑوسی ملک آتے ہیں تو اس کی تمام تر ذمہ داری ماسکو کے جارحیت پسند حکمرانوں پر ہو گی اور ان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، سولینی، ہٹلر اور جاپان کی طرح اپنے توسیع پسندانہ عزائم میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑے گا۔ اس سے قبل امریکہ نے یہ مذموم غلطی ویت نام میں کی اور اس کو رخت سفر باندھنے میں ترقی یافتہ ساز و سامان اور اسلحہ نہ روک سکے کیا لینن پجاری ان واقعات کو اپنے ذہن سے محو کر چکے ہیں کیا وہ جارح کے انجام سے بے خبر ہیں۔؟ ہرگز نہیں، وہ ان تمام نظاروں سے بخوبی واقف ہیں ان کو ابھی سے افغانوں کی مزاحمت کا

(بقیہ صفحہ پر)

شام میں اخوان المسلمین پر بعث حکمرانوں کے مظالم

اخوان المسلمون کے خلاف بعث پارٹی کا انتہا پسند گروہ تقریباً پندرہ سال سے برسرپیکار ہے۔ مقامی حکمرانوں کی یہ کوشش اور خواہش رہی ہے کہ وہ کسی طرح ملک کی سب سے بڑی اپوزیشن جماعت کو راستے سے ہٹاکر اپنے گروہی عزائم کو پورا کریں لیکن اخوان جس عزم اور حوصلے ان کے عزائم ناکام بنا رہے ہیں اس سے بعثی خاصے پریشان ہیں۔ حافظ الاسد اور ان کا حاشیہ نشین نصیری، دروزیوں اور عیسائیوں کا ترجمان ہے۔ روس جس کی پشت پر ہے وہ طاقت کے بل بوتے پر اکثریت کو دبا رکھنا چاہتے ہیں اس سے انھیں اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنانا آسان ہو جاتا ہے جس کے تحت وہ شام کے شمال مغرب میں لاذقیہ کے علاقے میں نصیریوں کی الگ ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اکثریتی آبادی پر ظلم، تشدد اور لوٹ مار ان کا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ پہلے پہل تو انھوں نے سیاسی مخاصمت کے بہانے اخوان کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن اب جبکہ پوری قوم اخوان کے ساتھ بعثی نظام کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے تو حکمران ٹولہ خاصا پریشان ہے اور انھیں اب اپنا انجام نظر آرہا ہے اس سے پہلے کہ حالات ان کے ہاتھ سے نکل جائیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ جنگ شروع ہو جائے۔ یہودی شام کے زیادہ سے زیادہ حصے پر قابض ہو جائیں اور کچھ عرصہ بعد ان کی الگ ریاست قائم کردیں ان کی اس جدوجہد میں مشرقی جرمنی اور روس نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ بعث پارٹی کو شام کے اتحاد یا بیرونی کے خاتمہ کسی سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے انھیں تو صرف ایک بات سے دلچسپی ہے کہ ملک سے مذہبی عناصر کا خاتمہ کرکے ملک کے حصے بخرے کردیے جائیں۔

نصیریوں اور دروزیوں کے عقائد و نظریات انتہائی گمراہ کن، مشرکانہ اور ملحدانہ ہیں۔ سوشلزم اور اشتراکیت کے زیر سایہ پروان چڑھے ہیں اسلام دشمنی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اس لیے ان سے یہ امید کرنا کہ مسلمانوں سے رحم دلی یا ہمدردی کا سلوک کریں گے۔ خیال خام ہے۔

جمہوریہ شام میں اخوان المسلمون کا قیام ۱۹۳۴ء میں ہوا۔ کتاب "الاخوان" میں لکھا ہے کہ ۱۹۳۴ء میں

جب شیخ حسن البنا کو اسماعیلیہ سے قاہرہ تبدیل کیا گیا اس وقت مصر میں اخوان کی پچاس شاخیں تھیں۔ انہی دنوں شیخ نے دوسرے ممالک مثلاً جنوبی افریقہ وغیرہ میں تبلیغی وفود بھیجنے شروع کر دیے تھے۔ اور شام، لبنان، سوڈان، فلسطین اور جنوبی افریقہ میں اخوان کی شاخیں قائم کیں۔ شام میں اخوان المسلمون کو متعارف کرانے کا سہرا ان نوجوان طلبہ پر ہے جو جامعۃ الازہر میں حصول علم کے لیے آئے تھے اور واپس جاکر آزادیٔ وطن اور دعوت دین کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ حسن البنا ان نوجوانوں کو عربوں کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے اور برابر ان سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے۔ شام سے تعلق رکھنے والے ان طلبا نے شام اور لبنان میں فرانسیسیوں کے مظالم دیکھ کر اخوان کے جھنڈے تلے جمع ہونے کا فیصلہ کیا لیکن فرانسیسی ان کے راستہ میں رکاوٹ بن گئے چنانچہ انھوں نے مختلف ناموں سے مثلاً دمشق میں الجمعیۃ الشبان المسلمین الیبو (ALEPPO) میں دار الارقم، حومز HOMS میں سوسائٹی آف دی مسلم برادرز ایسوسی ایشن اور شباب محمد گروپ کے ناموں سے دعوت دین کا آغاز کیا تین سال تک اخوان صف بندی میں مصروف رہے آخر کار ۱۹۳۷ء میں باقاعدہ مشترکہ تنظیم اور منصوبہ بندی سے مضبوط بنیادوں پر کام کا آغاز کر دیا اور بہت کم عرصہ میں اہم حیثیت اختیار کر گئے حتی کہ ایک اخوان پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں اخوان نے دو دفعہ سالانہ کانفرنس منعقد کرکے اہم نوعیت کے تنظیمی فیصلے کیے ۱۹۳۸ء میں اخوان کی تیسری جنرل کانفرنس منعقد ہوئی اور دار الارقم میں اخوان کا ہیڈ کوارٹر بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوم کی وجہ سے شام میں فرانسیسیوں نے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا۔ اخوان اور دوسری جماعتوں پر کام کرنے کے دروازے بند کر دیے گئے ۱۹۴۳ء میں اخوان نے چوتھی جنرل کانفرنس منعقد کرکے کام کا آغاز کر دیا۔ کانفرنس میں فرانسیسی استعمار پسندوں کے شامیوں پر مظالم اور بین الاقوامی سیاست میں تبدیلیوں

کے پیش نظر رضاکاروں کو فوجی تربیت دینے کا فیصلہ کیا گیا اسی طرح پانچویں اور چھٹی کانفرنسیں بالترتیب ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوئیں ان کانفرنسوں میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ فلسطین کے مخدوش حالات کے پیش نظر رضاکاروں کے عسکری کیمپ قائم کیے جائیں۔ تاکہ ضرورت پڑنے پر انہیں فلسطین بھیجا جائے۔ اس کے علاوہ سامراجیت کے خلاف آخری وقت تک جدوجہد کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا چنانچہ قوم کو متحد ہونے اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا رہنے کی دعوت دی گئی۔ اس سلسلہ میں اخوانی رہنماؤں نے ملک کی دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں سے انفرادی ملاقاتیں بھی کیں۔ ان ملاقاتوں کے نہایت ہی مثبت نتائج مرتب ہوئے۔ یہاں یہ بات بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ۱۹۴۸ء میں جنگ فلسطین میں شامی رضاکاروں کی قیادت ممبر پارلیمنٹ استاذ مصطفیٰ السباعی نے کی رضاکار دستوں نے فلسطین روانگی سے پہلے مرشد عام حسن البنا نے ان کا معائنہ کیا اور نیک دعاؤں کے ساتھ انھیں رخصت کیا۔ جنگ فلسطین میں اخوانی کارکنوں نے لبنان اور فلسطین کے محاذ پر دشمن کے دانت کھٹے کر دیے اس کے باوجود کہ فرانس، برطانیہ اور دوسری بڑی طاقتیں یہودیوں کو برابر اخلاقی اور مالی امداد فراہم کر رہی تھیں اور اخوان بیچارے آخری وقت تک وسائل کی کمی کے باوجود محاذ پر ڈٹے رہے ۱۹۴۹ء میں اخوان المسلمون سعودیہ اور شاہ پسندوں کی سازش کا شکار ہو گئے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق مرشد عام حسن البنا کو شہید کر دیا گیا اس وقت اخوانی لیڈروں نے دمشق کو اخوان المسلمین کا ہیڈ کوارٹر بنانے کے لیے صلاح مشورے شروع کر دیے یہ سب کچھ شام میں اخوان کی مضبوط پوزیشن کو دیکھ کر کیا جانے والا تھا کہ اچانک شام میں بھی سیاسی حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔ اگرچہ فرانسیسی ملک چھوڑ چکے تھے لیکن فوج کی بار بار کی مداخلت سے سیاسی علاوہ کیا

گیا تھا اخوان المسلمون اور دوسری جماعتوں پر کام کرنے کے دروازے بند کر دیے گئے چنانچہ دمشق کو اخوان المسلمون کا ہیڈ کوارٹر بنانے کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا اس زمانے میں اخوان کی قیادت استاذ مصطفیٰ السباعی کے پاس تھی۔ آپ مزدوروں، طلبہ، سیاسی لیڈروں اور کسانوں میں یکساں عزت و احترام رکھتے تھے۔ فرانسیسیوں کے خلاف آپ کی اور آپ کے استاذ محمد سعید العرفی کی قربانیاں آخر کون نہیں جانتا آزادی کی جدوجہد میں جلاوطن کیے گئے جلاوطنی کا زیادہ عرصہ مصر میں گزارا۔ آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب ایک عرصہ کی جلاوطنی کے بعد وطن واپس آئے تو دمشق کے حلقہ سے پارلیمنٹ کا انتخاب لڑا اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔

فرانسیسیوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد یہ امید کی جاتی تھی کہ اخوان شامی پالٹکس میں فیصلہ کن رول ادا کریں گے لیکن شامی افواج کا بار بار اپنے ملک کو "فتح" کرنا اخوان اور دوسری جمہوری قوتوں کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن گیا۔ پہلی دفعہ ۳۰ مارچ ۱۹۴۹ء کو حسن الزعیم انقلاب لایا۔ اس نے ۱۹۳۰ء کا دستور منسوخ کیا اور ۲۵ جون کو ریفرنڈم کرانے کے بعد وہ ملک کا صدر اور فیلڈ مارشل بن گیا۔ ریفرنڈم میں وہ اکیلا ہی امیدوار تھا۔ ریفرنڈم کو ابھی ۵۰ دن ہی گزرے تھے کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۹ء کو سامی الحناوی نے حسن زعیم کا تختہ الٹ دیا۔ الحناوی کی گیارہ افراد پر مشتمل انقلابی کونسل نے حسن الزعیم کو قومی مجرم قرار دیا اور ملک میں اصلاحات اور شہری آزادیاں بحال کرنے کا وعدہ کیا۔ ابھی اس نئے انقلاب کو چار ماہ ہی گزرے تھے کہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۹ء کو فوج کے ایک کرنل ادیب ششکلی نے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اخوان المسلمون پر پہلے تو پابندی لگی رہی لیکن بعد میں کام کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ اخوانی لیڈروں نے ششکلی کے زمانہ میں بھرپور انداز سے کام کا آغاز

←

←

کیا اور نئی حکومت کے سامنے چند ایک مطالبات پیش کرکے قوم کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی ان کی تفصیل یہ تھی

۱۔ سرکاری زمین بے زمین مزارعین میں تقسیم کی جائے۔

۲۔ مزدور اور متوسط طبقہ پر سے ٹیکسوں کا خاتمہ کیا جائے۔

۳۔ اسلامی جمہوری حکومت قائم کی جائے۔

۴۔ عراق کے ساتھ شام کا اتحاد حقیقی نہیں ہوگا اس لیے اس کے لیے کی جانے والی کوششیں بند کی جائیں۔ عظیم تر شام کے منصوبہ کا آلۂ کار امیر عبداللہ اقتدار پر آنا چاہتا ہے اور شام کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتا ہے۔

کرنل ادیب ششکلی نے ۱۹۵۰ء کو قوم کو نیا دستور دیا اس دستور میں قوم کے ساتھ جو کھلا مذاق کیا گیا اس کی مثال مشرق اوسط کی ماضی قریب کی تاریخ میں نہیں ملتی چنانچہ اخوان المسلمون سمیت دوسرے جمہوری عناصر نے ششکلی کی توجہ دستور کے نام پر ہونے والے ظلم کی طرف دلائی۔ فوجی حکمرانوں نے جب اس پر توجہ نہ دی تو اخوان نے دوسری جماعتوں کے تعاون سے ششکلی کی "دستوری اصلاحات" کے خلاف نفرت کا اظہار کیا ان کو نامکمل اور نامکمل قرار دیا اور اس میں بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں ضروری قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دیا جائے ششکلی اخوان المسلمون کی دستوری مہم سے اتنا خوفزدہ ہوا کہ اس نے دسمبر ۱۹۵۱ء میں پارلیمنٹ توڑ ڈالی سیاسی جماعتوں پر پابندی لگادی وزیر اعظم کا عہدہ ختم کرکے انتظامیہ کو وسیع اختیارات سونپ دیے۔ سرکاری ملازمین کو پالٹکس میں حصہ لینے سے منع کر دیا گیا فوج میں چھانٹی کرکے اپنے مخالف کئی ایک میجروں اور کرنلوں کو فوج سے نکال دیا۔ اخوان کے ہمدرد پروفیسروں کو یونیورسٹی کی ملازمتوں سے سبکدوش کر دیا گیا۔ کسی اخلاقی اور قانونی ضابطہ کا لحاظ کیے بغیر نکال دیا گیا۔ ہڑتالوں کو ممنوع قرار دے کر بنیادی حقوق معطل کر دیے اور فرضی استصواب کرا کے خود صدر بن گیا اخوان المسلمون نے پابندی کے باوجود دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر ۴ جولائی ۱۹۵۴ء کو حمص میں ایک قومی کانگریس بلائی اور متحدہ دستوری محاذ قائم کیا۔ متحدہ جمہوری محاذ نے ششکلی کو اس

یہ ظالمانہ کارروائیاں اسی [illegible] جس کے تحت مصر میں یہودیوں [illegible] اور [illegible] کے ایجنٹ [illegible] اخوان [illegible] ہے۔

کا مطالبہ [illegible] سرگرمیوں

پر دارنگ دی ششکلی نے مجبور ہو کر اکتوبر ۱۹۵۳ء میں فوج کے زیر سایہ انتخاب کرائے اور بے ایمانی اور ناانصافی کے نئے ریکارڈ قائم کیے۔ متحدہ محاذ نے ششکلی کی انتخابی جعلسازیوں کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ عوام سڑکوں پر نکل آئے ششکلی جیسا مرد آہن تحریک کے آگے تین ماہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا اور ملک چھوڑ کر سعودی عرب میں پناہ گزین ہوا۔ اس کے بعد کرنل مصطفیٰ اسمران اور شکری القوتلی ملک کے بالترتیب صدر بنے لیکن کیمونسٹوں اور ناصر کے حامی فوجیوں کی بار بار مداخلت سے کوئی مستحکم حکومت نہ بن سکی۔ ۱۹۵۰ء میں حالات ذرا پرسکون ہوئے تو ششکلی اور اس کے سینتالیس حامیوں پر خصوصی عدالتوں میں مقدمات کا آغاز ہوا ان میں چار سابق وزراء اور ۷ ارکان پارلیمنٹ بھی شامل تھے۔ ۱۰ افراد کو غیر حاضری طور پر سزائے موت اور باقی مجرموں کو مختلف نوعیت کی سزائیں سنائی گئیں ان سزاؤں کے خلاف ششکلی کی حامی بعثیوں اور کیمونسٹوں نے ہنگامے شروع کر دیے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید شامیوں کی قسمت میں ابھی کچھ دیر اور ذلت و رسوائی لکھا گیا ہے حکومت نے ان ہنگاموں کو طاقت سے کچل ڈالا اور پارلیمنٹ کی چار نشستوں پر انتخابات منعقد کرا دیے جن انتخابات میں اخوان المسلمون نے حکومت کی مداخلت اور جانبداری کے باوجود ایک نشست پر انتخاب جیتا ۱۹۵۸ء میں مصر اور شام کے درمیان کنفیڈریشن وجود میں آگئی دونوں ملکوں کا اتحاد شامیوں کے لیے رحمت کے بجائے ایک مصیبت سے کم ثابت نہ ہوا۔ ناصر اور اس کے حامی فوجیوں نے شامیوں پر مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا دینی اور مذہبی جماعتوں پر کام کے دروازے بند کر دیے بنیادی حقوق اور شہری آزادیاں معطل ہو گئیں قتل اور غارت گری، غنڈہ گردی، لوٹ کھسوٹ اور اقربا پروری کا بازار گرم ہو گیا۔ شام صحیح معنوں میں اتحاد کا سارا عرصہ (۳ سال، ۸ ماہ) پولیس اسٹیٹ بنا رہا۔ ناصر اور اس کے ساتھیوں

کے نزدیک شام ان کی ایک کالونی بن چکا تھا جیسے لوٹنا ان کا سیاسی و اخلاقی فریضہ تھا۔ وہ ملی نام اس اتحاد کے چلانے بعثیوں کو اقتدار پر لانے کا رہبر رہا کر رہا تھا بعض کے ساتھ اتحاد ابھی ٹوٹا ہی تھا کہ فوج نے ناظم القدسی کی قیادت میں اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ ناظم القدسی اقتدار کا ابھی صرف ہی سنبھالا تھا کہ اس کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ اگرچہ علوان اور اس کے ساتھیوں پر قابو پا لیا گیا لیکن یہ حالات بعثیوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم ثابت نہ ہوئے اور ۱۹۶۳ء میں بعث پارٹی نے اچانک اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

اور یوں اس کا پندرہ سالہ خواب پورا ہو گیا بعث پارٹی نے اقتدار پر اس وقت قبضہ کیا جب ملک کے تمام محب وطن سرگرمیاں جاری رہیں ہیں حکومت بھی ایک فریق تھی بر سر عمل ہو چکے تھے اور اس کا ریڈیو پر اعلان ہونے والا تھا۔ آج کل بعث پارٹی ہی اقتدار پر قابض ہے یہ جماعت ۱۹۴۱ء میں دو اسکول ٹیچروں مائیکل عفلق اور صلاح الدین بیطار نے تشکیل دی تھی۔ اپنے قیام کے بعد دو سال تک پارٹی زیر زمین کام کرتی رہی۔ ۱۹۴۳ء میں آزادیٔ وطن کے بہانے انھوں نے آزادانہ کام کا آغاز کیا اور اتحاد، آزادی اور سوشلزم کا نعرہ لگایا چنانچہ اس نعرہ کی بدولت جماعت فوج اور دانشور طبقہ میں مقبول ہونا شروع ہوئی اس جماعت کی جڑیں عیسائیوں نصیریوں اور دروزیوں میں تھیں مسلمانوں کی نمائندگی ۲۵ فیصد کم تھی ۱۹۴۰ء میں پارٹی نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے منصوبہ بندی کا آغاز کیا تھا لیکن شامی سوسائٹی پر مذہبی اثرات دیکھ کر اپنے پروگرام کو یہ لوگ مؤخر کرتے چلے آئے اور آخر کار ۱۹۶۳ء میں انقلاب لانے میں کامیاب ہو گئے۔ یاد رہے کہ نصیری اور دروزی فرقے نہایت گمراہ کن، فرسودہ، مشرکانہ اور ملحدانہ ہیں نصیری فرقہ عیسائیوں کے بعد ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہے۔ ۵ لاکھ افراد پر مشتمل اس طبقہ کے لوگ اسلام دشمنی میں یہودیوں سے آگے ہیں۔ نصیری اور دروزی فرقے کے لوگوں کو فرانسیسیوں نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں ایک خاص اسکیم

اور پروگرام کے تحت فوج اور سول میں اعلیٰ مناصب پر فائز کیا تھا۔ آزادی کے بعد ان دونوں فرقوں نے شامی سیاست میں زیر زمین رہ کر نمایاں کردار ادا کیا۔ حسن الزعیم اور سامی الحناوی کو اقتدار پر لانے میں یہی لوگ پیش پیش تھے۔ ان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ شام میں کوئی دستوری حکومت نہ بنے چنانچہ جب کبھی جمہوری حکومت کے قیام کا مرحلہ قریب آیا تو انھوں نے کوئی نہ کوئی الجھن ڈال کر حالات غیر یقینی بنا دیے اور فوج کو ملکی معاملات میں مداخلت کا موقع دیا عوام میں اس جماعت کا رابطہ نہ ہونے کے برابر ہے صرف سول اور فوج کے بل بوتے پر یہ ۱۹۶۳ء سے حکومت کرتے چلے آرہے ہیں۔ اقتدار پر آتے ہی انھوں نے اسلام کے خلاف نفرت اور بغض کی فضا پیدا کی نیشنل گارڈز (پاکستان کی طرح کی نیشنل سیکورٹی فورس کی طرح کی تنظیم) نے مخالفین کا جینا حرام کر دیا۔ ان کی دست برد سے اعلیٰ سول اور فوجی حکام بھی نہ بچ سکے۔ معمولی شک پر مخالفین کو تشدد کا نشانہ بنانا ان کا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ مذہبی عناصر جیسی بھری برتری ہیں ان کی دینی پالیسیوں کی بنا پر اخوان اور دوسری جماعتوں نے متحدہ محاذ تشکیل دیا۔ چنانچہ ملک میں متحدہ محاذ کی اپیل پر احتجاجات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اخوان نے سیاسی سرگرمیوں پر پابندیوں کے باوجود مساجد میں بعثیوں کے مظالم اور چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا ادھر بعثیوں نے تشدد کے ذریعہ ان احتجاجی اجتماعات کو دبانے کی کوشش کی۔ مساجد اور دینی درس گاہوں کا بھی احترام کا خیال نہ کیا۔ فوج اور پولیس نے مساجد میں گھس کر عوام کی پٹائی کی۔ ایک مسجد میں اخوانی پناہ لیے ہوئے تھا۔ ٹینکوں نے گولہ باری کر کے مسجد کو بارود کا بے تحاشہ استعمال کیا بے شمار اخوانی اس حملہ میں شہید اور زخمی ہوئے۔ پورے ملک میں بعثیوں کی اس کارروائی کی مذمت کی گئی۔ حتی کہ جمال عبدالناصر جیسا اخوان دشمن بھی بعثیوں کی اس ظالمانہ کارروائی پر چیخ اٹھا ۱۹۶۵ء میں بعث پارٹی اپنی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور پارٹی دو حصوں اعتدال اور انتہا پسند دھڑوں میں بٹ گئی۔ فروری ۱۹۶۶ء میں انتہا پسندوں نے جنرل صالح جدید کی قیادت میں پارٹی اور اقتدار پر قبضہ کر لیا پارٹی کے بانی مائیکل عفلق اور صلاح (بقیہ ص ۱۴)

ہماری تہذیب کے تابندہ نقوش

ابو الفضل ندوی

قاضی کا بے لاگ فیصلہ اور بادشاہ کی خاموشی

حکم بن ہشام بن عبد الرحمٰن الداخل کے چچا نے قاضی بشیر کی عدالت میں ایک شخص کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ مدعا علیہ ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ مدعی مطمئن تھا کہ وہ بلند مرتبہ ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہ کا قریبی رشتہ دار بھی ہے لہٰذا قاضی اس کے حق میں فیصلہ کرے گا کسی گواہ وشاہد کی ضرورت نہ پڑے گی۔ مگر جب عدالت میں مقدمہ پیش ہوا تو قاضی نے مدعی کو حکم دیا کہ اپنے فریق کے ساتھ کھڑے ہو جائیں مدعی یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ عدالت میں اس کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے کھڑا ہونا پڑے گا بلکہ اس کے اعزاز واکرام کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ قاضی نے مدعی سے مزید کہا کہ جو بات میں تم سے پوچھوں اس کا جواب دو تمہیں خود سے بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔

بہرحال بچارہ وناچار مدعی کو قاضی کے حکم کی تعمیل کرنی پڑی پھر قاضی مدعی سے مخاطب ہوا اور پوچھا کہو تمہیں کیا شکایت ہے جب مدعی اپنی بات کہہ چکا تو قاضی نے مدعا علیہ سے پوچھا کیا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ مدعا علیہ نے پوری قوت سے اس کا انکار کیا۔ اب قاضی نے مدعی سے شہادت طلب کی مدعی پر بہرحال شاہی خاندان سے تعلق کا نشہ طاری تھا۔ لہٰذا جرأت ودھونس کے سے جلے انداز۔ میں کہا کہ کیا میرا بیان کافی نہیں ہے؟ قاضی نے نہایت اعتماد کے لب ولہجہ میں کہا کہ اگر تمہارا بیان کافی ہوتا تو میں شہادت کیوں طلب کرتا تم شہادت پیش کرو۔ مدعی نے غصہ میں تیور بدل کر کہا مجھے مہلت دو اور سیدھے حکم کے پاس پہونچا اور سارا ماجرا سنا کر کہا کہ معاملہ آپ کا چچا ہو چکا ہے آپ صورت حال سے واقف ہیں گواہی دے دیجئے۔ حکم نے کہا۔ حکم جو بادشاہ وقت تھا جس کے ادنیٰ اشارہ پر قاضی کی گردن اڑا دی جاتی۔ آپ قاضی کی حق پسندی سے واقف نہیں ہیں شہادت تو دے دوں گا مگر قاضی میری شہادت کو رد کر دے گا۔ چچا نے تعجب سے کہا کہ قاضی کی کیا جرأت کہ اس کی شہادت کو ٹھکرا دے آپ ہی نے تو اس کو قاضی بنایا ہے پھر وہ ایسی جسارت کیسے کر سکتا ہے کہ اس کی شہادت کو ٹھکرا دے۔ حکم نے کہا یہ سب درست لیکن قاضی اس کی کوئی پرواہ نہ کرے گا۔ چچا نے گھبرا کے کہا کہ آپ گواہی نہ دیں گے تو پھر کون دے گا۔ جب حکم نے چچا کا اتنا اصرار دیکھا تو دو ثقہ عالموں کو بلا کر ان کے سامنے شہادت لکھوا دی اور ان دونوں کو اپنی شہادت پر گواہ بنوایا اور اسے چچا کے حوالے کرتے ہوئے کہا لے جایئے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ قاضی اس کو تسلیم نہ کرے گا۔ پھر جب مقررہ وقت پر مقدمہ پیش ہوا تو فریقین طلب کئے گئے اور قاضی نے شہادت مانگی تو حکم کے چچا نے حکم کی تحریری شہادت پیش کی۔ قاضی نے بلا تردد حکم کی شہادت کو رد کر دیا۔

قاضی نے الفاظ سن کر مدعی کے غیظ وغضب کی انتہا نہ رہی وہ آپے سے باہر ہو گیا اور غصہ سے بھرا ہوا چچا کے پاس گیا اور کہا کہ آپ کا کیا وقار رہ گیا۔ قاضی نے برسر عام آپ کی شہادت کو ٹھکرا دیا حکم چچا کی بات سن کر مسکرایا اور کہا کہ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ قاضی میری شہادت کو منظور نہ کرے گا۔ قاضی پر کسی کے جاہ ودبدبہ کا اثر نہیں پڑے گا۔ قاضی حق کی راہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔

چچا نے جھنجھلا کر کہا کہ آپ اس کو معزول کر دیجئے حکم نے کہا حاشا وکلا قاضی کو معزول کر کے میں مسلمانوں سے خیانت کا مرتکب کیسے ہو سکتا ہوں۔ میں آپ کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا کیا اب قاضی کے اختیار کی بات ہے کہ اسے قبول کرے یا رد کرے۔

بعد میں جب قاضی سے بادشاہ کی شہادت کو رد کر دینے کا سبب پوچھا گیا تو قاضی نے جواب دیا کہ میں نے بادشاہ کی شہادت کو کسی شبہ کی بنا پر نہیں رد کیا، بلکہ شہادت کے بعد مدعا علیہ پوچھنا ضروری ہوتا ہے وہ شاہد کے بارے میں کیا کہتا ہے اب اگر میں بادشاہ کی شہادت مان لیتا تو مدعا علیہ اس کی تردید وجرح کی جرأت کیسے کرتا۔ اس طرح سے مقدمہ کا فیصلہ جبری ہوتا اور یہ درست وجائز نہیں۔

ایک بار قاضی بشیر کی عدالت میں ایک شخص نے ابن فطیس کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ ابن فطیس وزیر تھا اور اندلس میں اس کا بڑا جاہ وجلال تھا۔ قاضی نے جب مدعی سے شہادت طلب کی تو اس نے گواہ پیش کر دیے۔ قاضی نے ابن فطیس کی عدم موجودگی میں گواہوں سے شہادت لے لی اور ان کے نام نہیں بتائے اور نہ لوگوں کو یہ معلوم ہو سکا کہ گواہی کن لوگوں نے دی۔ مقدمہ کا فیصلہ وزیر کے خلاف ہو گیا۔ وزیر ابن فطیس نے بادشاہ وقت سے شکایت کی کہ میری عدم موجودگی میں گواہ پیش ہوئے اور فیصلہ میرے خلاف کر دیا گیا۔

اتفاق سے خود قاضی بشیر بھی اس وقت حکم کی مجلس میں موجود تھے۔ حکم نے قاضی سے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے؟ قاضی نے کہا جی ہاں شکایت صحیح ہے۔ ایسا اس لیے کیا گیا کہ ابن فطیس ان لوگوں میں ہیں کہ گواہ ان کے سامنے پیش کیے جائیں اور ان کا نام بتایا جائے اگر ایسا کیا جاتا اور ابن فطیس شہادت کو رد نہ کر پاتے اور مقدمہ کا فیصلہ ان کے خلاف ہو جاتا تو گواہوں کو دوسرے طریقوں سے ستایا جاتا اور ان پر ظلم وزیادتی ہوتی۔ ایسی صورت میں گواہوں سے پوشیدہ طور پر گواہی لینا ضروری ہو گیا ورنہ کوئی شخص ظلم کے خوف سے گواہی نہ دے سکے گا۔

کیا آج بھی اس جرأت وبے باکی اور بے لاگ فیصلہ کی کوئی مثال مل سکتی ہے کیا آج بھی کوئی فرمانروا قاضی اور جج کے فیصلہ کو اس طرح بے چون وچرا تسلیم کر سکتا ہے یہ صرف اسلامی تعلیمات کا اثر تھا کہ حاکم ومحکوم برابر سمجھے جاتے تھے اور ہر ایک فریاد کر سکتا تھا اس کو اس کا حق لیا جاتا تھا بتایئے کیا "تاریخ کی سطروں" کے سوا کہیں اور کبھی یہ قابل تقلید نمونے مل سکتے ہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے اور انسان کو سکون وچین نصیب ہو۔ ●●

بقیہ صفحہ ۱۲

میں اور میری بانو کی کنارے پر پہونچے لیکن بدقسمتی سے اکیلے آب وگیاہ جزیرہ میں دور دور تک کوئی انسانی چہرہ نظر نہیں آیا شدت پیاس سے گلا گھٹا جا رہا تھا اور تھکان کا یہ عالم تھا کہ اٹھ کر خود سے پانی نہیں پی سکتا تھا آخرکار موت کو دعوت دیتے ہوئے اپنی بانو کی زانو پہ سر رکھ کر لیٹ گیا۔ اچانک فرشتہ رحمت بن کر ایک شخص میرے پاس آیا۔ وہ پانی سے بھرا ہوا ایک کوزہ لیے ہوئے تھا مجھ سے کہا پانی نوش فرمایئے میں نے اپنا کوزہ لے لیا خود پیا اور بانو کو پلایا، اس کے بعد وہ امولس رحمت غائب ہو گیا میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں غائب ہو گیا۔ ●●

بقیہ صفحہ ۲

کا پہاڑ نکل آئے گا اس سونے پر ایسا کشت وخون ہو گا کہ سو میں ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص امیدوار ہو گا کہ شاید میں بچ جاؤں۔

ایک روایت میں ہے کہ خزانے بکثرت سونا نکلے تو اس زمانہ میں جو موجود ہو وہ اس کو بالکل نہ چھوئے۔ ●●

بقیہ صفحہ ۵

سامنا ہے۔ سرکاری فوج مجاہدان سے جا ملی ہے اور اب وہ جان کے لالے پڑ رہے ہیں، اب دیکھنا ہے کہ روسیوں کی یہ ہنسیا کب گرتی ہے اور اس کا کام تمام کرتی ہے۔ جارح جارح ہی رہے گا، جارحیت مذموم ہی رہی ہے اور رہے گی، ظلم کی ٹہنی برگ وبار نہیں ہو سکی ہے، ظالم کو ظلم کی سزا ملی ہے اور ملتی رہی ہے اور ملے گی، دیر ہے اندھیر نہیں۔ !!

پرنٹر، پبلشر، ناظر شعبۂ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

مرتبین: شمس الحق ندوی، محمود الازہار ندوی

سفر گجرات

(مولانا ابو العرفان ندوی)

دسمبر کے پہلے ہفتے میں "گجرات" کے سفر کا اتفاق ہوا اس سفر میں بعض ایسی چیزیں سامنے آئیں جن کا اظہار عام دینی اور تعلیمی مصلحت کی وجہ سے ضروری معلوم ہوا اس لیے اس سفر کی روئیداد احاطۂ تحریر میں لا رہا ہوں۔

"ڈابھیل" دینی اور علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ بہت دنوں سے یہاں ایک دینی مدرسہ قائم ہے اور یہاں کے اصحاب دین وعلم اور اصحاب خیر اپنی مساعی اور ہمت وخلوص سے اس کو چلا رہے ہیں۔ تقریباً نصف صدی پیشتر علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور ان کے دوسرے ممتاز علماء ورفقاء نے اس مدرسہ "ڈابھیل" میں تشریف لا کر اس کو ہندوستان گیر شہرت واہمیت عطا کر دی۔ اسی "ڈابھیل" قصبہ سے بالکل ملا ہوا ایک دوسرا قصبہ بھی ہے جس کا نام "سملک" ہے یہ دونوں قصبے درحقیقت جڑواں قصبے ہیں ان کی آبادی بالکل مشترک ہے ڈابھیل کے دار العلوم کے قیام میں "سملک" والوں کا بڑا دخل ہے اور درحقیقت دونوں ایک ہی آبادی کے دو محلے ہیں۔ مولانا احمد الحق میاں صاحب اسی قصبہ کے ایک ذی علم فاضل سہارنپور ودیوبند اور صاحب نسبت بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ نے کمالات ظاہری وباطنی سے ان کو خوب خوب نوازا ہے۔ اور مولانا موصوف اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا خوب خوب شکریہ ادا کرتے ہیں" مولانا موصوف سملک میں ایک مدرسہ "مدرسۃ البنات" قائم کرنے کی سعی وکوشش فرما رہے ہیں۔ ایک وسیع قطعہ اراضی مدرسۃ البنات کی ایک عمارت تکمیل کے مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے مسلمان بچیوں کی تعلیم وتربیت دینی اور شرعی مصالح کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ عمارت بنائی گئی ہے اس کا ہر کمرہ جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے اس مقصد کی جملہ مصلحتیں اور سہولتیں اس کی تعمیر میں پیش نظر رہی ہیں پوری عمارت اس انداز کی ہے کہ کسی حالت اور کسی وقت بھی کسی طرح کی بے پردگی کا امکان نہیں ہے۔ عمارت کے صدر پھاٹک سے ملے ہوئے ابتدائی دو کمروں میں سے ایک کمرے میں مرد سکریٹری رہے گا جس کے ذمہ یہ کام ہے کہ وہ ٹیلی فون کے ذریعہ اس سے متصل عمارت کے اندرونی حصہ میں بیٹھنے والی خاتون کو بچیوں کے سرپرستوں کے آنے کی اطلاع دے گا اور پھر اس کے بعد ایک کمرے میں سرپرست کو بٹھا دیا جائے گا اور وہیں متعلقہ بچی کو بلا کر سرپرست سے ملاقات کرائی جائے گی۔ عمارت کے اندرونی حصہ میں اس طور پر ہے کہ بیچ میں کسی حال میں بھی مرد کو داخلے کی اجازت نہیں ہو گی۔ عمارت کا اندرونی حصہ اس طور پر ہے کہ بچیوں کے قیام کے کمرے ہیں اور یہ کمرے دو منزلہ ہیں۔ ہر کمرے میں ہر مقیم بچی کے لیے چارپائی اور بستر کا نظم ہے اور اس کے سرہانے مقفل الماری ہے۔ الماری کے اندر بھی ایک مقفل حصہ ہے جس میں ہر بچی اپنا بڑا سامان رکھ دے گی، اور اسی طرح ہر کمرے میں بیت الخلاء بھی ہے جو صرف رات میں استعمال ہو گا اور دن میں دار الاقامہ کی خادمہ اس کو مقفل کرے گی۔ کیونکہ دن میں ضرورت سے فراغت کے لیے مستقل طور پر دوسری جگہ غسل خانے اور بیت الخلاء ہیں۔ اس دو منزلہ دار الاقامہ میں دونوں بازوؤں میں دو وسیع لان ہیں جو بچیوں کے اٹھنے بیٹھنے اور گھومنے کے لیے ہیں، اور اس لان کے ایک کنارے بوری تھالہ میں اور سگاہ کے لیے کرے ہیں اور اسی لان میں نماز کے لیے ایک وسیع ہال بھی ہے اور اس سے متصل وضو خانہ بھی ہے۔ دار الاقامہ کے دوسرے بازو میں ایک وسیع لان اور اس کے کنارے پر ڈائننگ ہال اور مطبخ کی دوسری ضروریات اسٹور روم وغیرہ ہیں۔ دار الاقامہ سے متصل ایک کینٹین بھی ہے جس کا نظم بھی بچیوں کے ہاتھ میں ہو گا اور ان کو اس طرح حساب کتاب رکھنے کا عملی طور پر تجربہ اور مشق ہو گی۔ کپڑا دھونے کے لیے الگ سے ایک کمرہ ہے جس میں جدید طرز کی مشینیں فٹ ہوں گی اور ہر لڑکی کو باقاعدہ کپڑے دھونے استری کرنے کی مشق کرائی جائے گی۔ اسی طرح ایک کمرہ خیاطی کا ہے اور ایک کمرہ کپڑے پر بیل بوٹے ٹانکنے کے لیے ہے لائبریری اور ریڈنگ روم کے لیے بھی الگ الگ کمرے ہیں اور جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں کہ ہر کمرے کی تعمیر میں وہ ساری رعایتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں جن کا ہونا اس مقصد کے لیے ضروری ہے اس تعمیر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ شدید پابندیوں کے باوجود بچیاں اپنے کو قید خانہ میں محبوس ہونے کا احساس نہ کر سکیں گی۔

تعمیر اپنے فنی لحاظ سے بے نظیر ہے اور جدید سے جدید ترین انداز اختیار کیا گیا ہے جہاں تک

←

غزل

(از غلام صابر قادری ساسندلیوی)

نعمت دیدار چشم شوق کو حاصل ہوئی
جب تمنا التفات یار کی حامل ہوئی

جب ہوا حسن سال سر فروشی آشکار
زندگی بڑھ کر شار خنجر وقاتل ہوئی

سب کہاں شائستہ سرمستی فرہاد وقیس
یہ سعادت بس جسے حاصل ہوئی حاصل ہوئی

زیست نے چھوڑا نہ آخر احتیاط زیست نے
اک بلا سر سے ٹلی تھی دوسری نازل ہوئی

مٹ گئی دل کی انا جب صورت حرف غلط
زندگی تب جا کے نذر یار کے قابل ہوئی

یہ ہوا تیری بدولت اے غم ورنج گی
زندگی بھر کی عبادت سعی لاحاصل ہوئی

عقل تھی ناواقف پیچیدگی راہ عشق
آخرش دیوانگی ہی رہبر کامل ہوئی

موت سے بدتر سمجھتے ہیں اے ارباب عشق
زندگی کی وہ گھڑی جو یاد سے غافل ہوئی

اعتبار یار کے قابل ہے شرر دل بھی
سرخی خون تمنا اس میں جب شامل ہوئی

کچھ غلط فہمی ہوئی تھی اس کو مجھ سے ایک دن
رفتہ رفتہ یہ غلط فہمی حد فاصل ہوئی

مل گیا صابر مجھے جس دم وہ جان آرزو
ہر تمنا مٹ گئی ہر آرزو باطل ہوئی

←

نئی مصلحتوں کا معاملہ ہے بیشک مولانا نے انجینئروں کی رائے کا لحاظ کیا ہوگا۔ لیکن جہاں تک مدرسہ کی مصلحت اور نظام تعلیم و تربیت کے اصولوں کا معاملہ ہے وہاں مولانا نے انجینئروں کو پابند کیا ہے کہ وہ ان کے مقاصد و مصالح کو سامنے رکھ کر عمارت بنائیں۔ گرم اور ٹھنڈے پانی کا بھی انتظام ہے اور اس سلسلے میں ایک جگہ مشین فٹ ہوگی جہاں سے تمام جگہوں پر ٹھنڈا پانی مہیا ہوگا۔ سبزیوں، گوشت اور اس طرح کی چیزوں کی حفاظت کے لیے باورچی خانہ سے متصل کولڈ اسٹوریج کا بھی انتظام ہے۔

مولانا کے پیش نظر مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت کا جو مرتب نظام ہے اور جس میں قدم قدم پر احکام شرعیہ کا لحاظ رکھا گیا ہے یہ عمارت سو فیصدی اس کے مطابق ہے تعمیر میں مولانا نے ایسی رعایات ملحوظ رکھ دی ہیں کہ کسی حال میں بھی مدرسہ کا نظم و نسق اس راستے سے نہ ہٹنے پائے۔ جو راستہ اس کے لیے متعین کر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالحق میاں زادہ توفیقاً و اخلاصاً کی ذہانت منصوبہ بندی کی صلاحیت اور ان کی انتھک سعی و عمل کا ثبوت اس عمارت کے ایک ایک کمرے سے ملتا ہے۔ کچھ ماہ پہلے مولانا موصوف نے اس مدرسہ کے سلسلہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء کا سفر فرمایا تھا اور اپنے مجوزہ مدرسہ کی تعمیری تفصیلات بتلا کر محب گرامی مولانا محمد رابع صاحب ندوی اور راقم الحروف سے "سملک" آکر مدرسہ دیکھنے کی فرمائش کی تھی اور ساتھ ہی اس بات کی خواہش کی تھی کہ اس مدرسہ کے نصاب تعلیم کی ترتیب و تدوین میں ہم لوگ ان کو مشورہ دیں چنانچہ مولانا محمد رابع صاحب ندوی صدر شعبۂ عربی اور مولانا مرتضیٰ صاحب مہتمم کتب خانہ اور مولوی سید عبداللہ حسنی مدرس دار العلوم کی ہمراہی میں ۹ر دسمبر کو بمبئی سے "سورت" کے لیے روانہ ہوئے رات میں "سورت" میں قیام کے بعد ۱۰ر دسمبر کو ہم لوگ "سملک" پہونچے مولانا عبدالحق میاں صاحب کسی ضروری اور ضروری کام سے احمد آباد چلے گئے تھے اور مولانا محمد رابع صاحب ندوی کا حضرت سید مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی ہمراہی میں ۱۱ر دسمبر

کو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے روانہ ہونا ضروری تھا اس لیے یہ منعقد کیا گیا کہ مولانا عبدالحق میاں کے چھوٹے بھائی ہم لوگوں کو مدرسہ کی عمارت دکھلائیں اور گھما دیں اور آج ہی شام کو مولانا محمد رابع صاحب اور مولوی عبداللہ حسنی بمبئی کے لیے روانہ ہو جائیں اور مولانا مرتضیٰ صاحب اور راقم الحروف مولانا عبدالحق میاں کی آمد کا انتظار کریں۔ اور ان سے مدرسۃ البنات کے سلسلہ سے تجاویز اور مشوروں پر تبادلہ خیال کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہم لوگوں کو مولانا عبدالحق میاں کے چھوٹے بھائی نے تفصیل سے مدرسہ کی عمارت کا ایک ایک حصہ دکھلایا اور گھمایا۔ اسی درمیان ڈابھیل دار العلوم عربیہ کے حضرات کو ہم لوگوں کے "سملک" پہونچنے کی اطلاع ہو گئی تھی چنانچہ مولانا ابو بکر صاحب غازی پوری مولانا محمد رابع صاحب ندوی سے ملاقات کے لیے قیام گاہ پر تشریف لائے اور مولانا محمد رابع صاحب ندوی سے انھوں نے مدرسہ دیکھنے اور طلبا کے سامنے کچھ نصیحت آمیز کلمات کہنے کی درخواست کی اس لیے ساڑھے دس بجے کے بعد ہم لوگ وہاں چلے گئے، مدرسہ کی عمارت کے ہر حصہ کو تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملا۔ دفتر اہتمام درسگاہ کتب خانہ، دار الاقامہ و دار الطعام، مسجد اساتذہ کی رہائش گاہیں بڑی تفصیل سے دیکھی گئیں اور بعد میں مولانا محمد رابع صاحب ندوی اور راقم الحروف نے مسجد میں طلبا کے سامنے مختصر طور پر خطاب بھی کیا۔

ڈابھیل کا یہ مشہور و قدیم مدرسہ ان دنوں بڑی یکسوئی کے ساتھ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو انجام دے رہا ہے اس کے منتظمین اساتذہ اور کارکن اتحاد و یکجہتی کے ساتھ مدرسہ کو ترقی دینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ مولانا محمد ایوب صاحب فن حدیث و معقولات کے ایک مشہور اور جید عالم ہیں اور ضلع اعظم گڑھ کے باشندے ہیں۔ ان دنوں اس مدرسہ میں شیخ الحدیث ہیں۔ جن کی وجہ سے مدرسہ کا تعلیمی استان زیادہ وسیع اور وزنی ہو گیا ہے دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ اور "البعث" کے ایڈیٹر مولانا سعید الاعظمی صاحب مولانا محمد ایوب صاحب کے صاحبزادے ہیں پروگرام کے مطابق مولانا محمد رابع صاحب ندوی اور مولوی عبداللہ حسنی ندوی شام کو بمبئی کے لیے روانہ ہو گئے اور مولانا مرتضیٰ

صاحب اور راقم الحروف مولانا عبدالحق صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے رک گئے۔ بعد نماز عشاء مولانا عبدالحق صاحب تشریف لائے اور بڑی دیر تک "مدرسۃ البنات" کے سلسلہ گفتگو رہی۔ صبح فجر بعد پھر مولانا موصوف کی ہمراہی میں مدرسہ دیکھنے گئے اور مولانا نے ہر چیز تفصیل سے دکھلائی اور بتلائی۔

مولانا عبدالحق میاں صاحب نے ۱۹۵۲ء سے ایک انجمن خدام الدین کے نام سے قائم کر رکھی ہے جس کا مقصد گجرات کے جنوبی علاقہ کے مسلمانوں کی تعلیمی علمی اور دینی خبر گیری اور فکر رکھنی ہے چنانچہ ذابی لمبارڈ اور "سورت" کے دیہاتوں میں بڑی تعداد میں مکاتب اسلامیہ "انجمن" کی نگرانی اور انتظام میں چل رہے ہیں اور مساجد میں امام اور مؤذن کا انتظام اور اگر کسی گاؤں میں مسجد نہ ہو تو اس کی تعمیر، کنوئیں کی تعمیر، غربا اور ناداروں کو کپڑے کی تقسیم وغیرہ انجمن کے زیر اہتمام اور اگر کسی گاؤں میں مسجد نہ ہو تو اس کی تعمیر انجمن کے زیر انتظام انجام پا رہے ہیں۔ انجمن کا صدر دفتر "سملک" میں ہی ہے اس لیے اس کو بھی کافی تفصیل سے دیکھنے کا موقع ملا اور مالی، تنظیمی، تعلیمی اور تعمیری کاموں سے متعلق شعبوں اور رجسٹروں کو دیکھا دیہاتوں کے مکاتب پر کنٹرول اور قابو پانا اور ان کی نگرانی اتنے فاصلے سے کرنا ایک ایسا دشوار کام ہے جس پر آسانی سے قابو نہیں پایا جا سکتا پھر جبکہ مرکز سے ان قصبات اور دیہاتوں کا فاصلہ زیادہ ہو اور سفر کی سہولتیں بھی حاصل نہ ہوں لیکن اس کے باوجود پابندی کے ساتھ تمام قواعد و ضوابط پر عمل ہو رہا ہو یہ بہت ہی تعجب کی بات ہے اور ساتھ ہی قابل تقلید بھی ہے وہاں سو سے زیادہ مکاتب ہیں اس میں کچھ بالکلیہ انجمن کی مالی امداد سے چلتے ہیں اور کچھ کا نظم و انتظام انجمن سے متعلق ہے لیکن مالی امداد انجمن نہیں دیتی ہے — مولانا عبدالحق صاحب سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ مہینہ کی آخری تاریخوں میں پابندی کے ساتھ ہر مکتب کی ماہانہ رپورٹ اور اس کی کارکردگی مکتب کے صدر مدرس کے دستخط اور اس کے سکریٹری کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہے اور صدر دفتر تک جب یہ رپورٹیں پہونچ جاتی ہیں تو باقاعدہ ایک ایک مکتب کی رپورٹ پڑھی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد تنخواہیں روانہ کی جاتی ہیں۔ آج تک وقت پر رپورٹ آئے ہیں

اور وقت پر تنخواہ جانے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی ہے۔

مکاتب کے معائنہ کا بھی بڑا ہی موثر اور منظم طریقہ ہے یہ مولانا کی خوش قسمتی ہے کہ ان کو دفتر میں جو لوگ کام کرنے والے ہیں وہ محنت، لگن اور دھن کے ساتھ کام کرتے ہیں کسی ضابطہ کی پابندی اور وقت گذاری نہیں کرتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر وہ رات میں بھی بڑی مستعدی اور چستی کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد عبدالحق صاحب کو علمی اور تنظیمی صلاحیت بخشی ہے ان کا ہر کام منظم اور منصوبہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ "مدرسۃ البنات" اور انجمن کے کاموں کو دیکھنے سے مولانا کی بھرپور صلاحیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ جو دینی جوش و ولولہ اور دینی کام میں لگن، محنت اور کارکنوں میں انکسار اور تواضع ہم نے دیکھا ہے اس سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کچھ دنوں یہی صورت حال اور بھی قائم رہی تو یہ علاقہ پھر ایک بار پورے ہندوستان میں علوم دینیہ کی تعلیم و اشاعت میں درجۂ امتیاز حاصل کرے گا اور اس کو سارے ہندوستان پر تفوق اور سبقت حاصل کی جائے گی۔

۱۱ر دسمبر کو مولانا عبدالحق میاں کی ہمراہی میں ہم دونوں "سملک" سے تقریباً ساٹھ ستر میل کے فاصلے پر "ترکیشر" مولانا غلام محمد وزاگت صاحب سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے مولانا وزاگت صاحب دیہاتوں میں غریب مسلمان بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا ایک ادارہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ بارہ بجے دن میں "ترکیشر" پہونچے وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ مولانا وزاگت صاحب جھرا گاؤں کے مدرسہ میں تشریف لے گئے ہیں چنانچہ ہم لوگ تھوڑی دیر ترکیشر کا مشہور دار العلوم دیکھ کر جھرا روانہ ہو گئے۔ ترکیشر کے اس دار العلوم کا نام "فلاح دارین" ہے اور ۱۹۶۲ء میں قائم ہوا ہے اس کی شاندار عمارتوں اور نظام مدرسہ کو دیکھنے کے بعد حیرت ہوتی ہے جب کہ سترہ اٹھارہ سال کے قلیل عرصے میں اس دار العلوم نے کتنی ترقی کی ہے تقریباً چار سو سے متجاوز طلبا کی تعداد ہے اور دینی تعلیم کا مکمل انتظام ہے اس کا دار الاقامہ درسگاہ انتہائی عالی شان اور پر شکوہ ہیں یہ محض منتظمین کا اخلاص اور ان کا جذبہ

بقیہ ص ۴

عبداللہ محمد الحسنی ندوی

تیسری عالمی سیرت کانفرنس منعقدہ قطر (۲)

اسی دن افتتاحی جلسہ کے بعد جس کے بارے میں آپ پچھلے شمارہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں ایک تعارفی اجلاس کا اعلان ہوا جو اسی ہوٹل کے بڑے ہال میں ہونا طے ہوا۔ مغرب کے بعد تمام مندوبین وہاں جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر تو کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہونا ہے لیکن پوچھنے پر یہ معلوم ہوا کہ یہاں جمع ہونا ہی تعارف ہے۔ جس کو خواہش ہے کہ کسی شخص سے تعارف حاصل کرے اس کے ذمہ اس کو ڈھونڈنا اور تعارف حاصل کرنا تھا جو ایک دشوار کام تھا اور وہاں ایک دشواری یہ بھی تھی کہ ذمہ داران جلسہ نے اس ہال میں بفے سسٹم کر رکھا تھا جس سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ ہم کسی فیشن ایبل گھرانہ میں جو مغرب زدہ ہو چکا ہو دعوت ولیمہ میں حاضر ہوئے ہیں یا کسی اسٹوڈیو میں تصویر کھنچانے کے انتظار میں ہیں۔ یہ چیزیں ہم جیسے ہندوستانیوں کے لیے نامانوس اور اجنبی تھیں اور ایک حد تک ناپسندیدہ۔

حضرت مولانا تو ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور جو لوگ حضرت سے ملاقات کے شائق تھے وہ آکر ملاقات کرتے رہے اور میں چل پھر کر یہ عجیب و غریب منظر دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی سے ملاقات ہو گئی اور ان سے وہاں بھی تھوڑی دیر استفادہ کا موقع مل گیا۔

مولانا نے اثنائے گفتگو اس تعارفی جلسہ پر تبصرہ فرماتے ہوئے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ چند گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد لوگ اپنے کمروں میں لوٹ آئے۔

دوسرے دن رابطہ کے سکریٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی اور شیخ علی الحرکان نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اب وقت آچکا ہے کہ ہم کثرت کلام و لفاظی ترک کر دیں اور عمل و جد و جہد کے میدان میں اتر آئیں اور لوگ اب ہم کو ایسی شکل و صورت میں دیکھیں جو سلف صالح سے زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہو اور جس چیز پر ہم کو نظر رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم صرف ان کانفرنسوں میں گفتار کے غازی ہی بن کر نہ رہ جائیں۔ بلکہ ہم کو کردار کا بھی غازی بننا ہے۔ اس کے بعد تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انتظامیہ کمیٹی اور اس کے مخلص سربراہ کی کوششوں کو سراہا اور ان کو اس کی مبارکباد پیش کی اور ان کوششوں کے بارآور ہونے اور اعمال صالحہ کی توفیق کی دعا پر اپنی تقریر کا اختتام کیا۔

پھر انھوں نے کانفرنسوں کے صدر اور کنڈکٹر کے اختیار کا مسئلہ اٹھایا اور معزز سامعین نے رائے طلب کی تھوڑی ہی دیر میں ان حضرات کے نام طے ہو گئے جو حسب ذیل ہیں۔

صدر شیخ عبداللہ بن ابراہیم انصاری
نائب صدر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی۔
دوسرے نائب صدر ڈاکٹر یوسف القرضاوی
کنڈکٹر۔ ڈاکٹر عز الدین ابراہیم۔

اس کے بعد شیخ عبداللہ انصاری نے تقریر فرمائی اور کانفرنس کے آئندہ ہونے والے پروگرام کی وضاحت کی اور فرمایا کہ محنت تو پوری کی گئی ہے لیکن کمال کا کوئی دعویٰ نہیں کیونکہ اصل کمال تو مالک دو جہاں کا ہے۔ جس نے اس کی توفیق بخشی پھر کانفرنس کی اس طرح تفصیلات بیان فرمائی۔

ہم نے تمام موضوعات کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

۱۔ سنت بحیثیت قانون و طریقۂ زندگی
۲۔ مسئلہ تربیت اور نوجوان
۳۔ دعوت و اعلام
۴۔ معادر و تراث

اسی طرح کی چار کمیٹیاں مقرر کر دی ہیں ہر کمیٹی میں موضوع کے مطابق مقالے پیش کیے جائیں گے اور اس کمیٹی کو اپنے پروگرام کی تکمیل کا پورا پورا حق ہوگا۔

اس کے بعد کمیٹیوں کے حسب ذیل عہدیدار چنے گئے۔

۱۔ سنت بحیثیت قانون و طریقۂ زندگی کے
صدر تونس کے ڈاکٹر حبیب بالخوجہ
نائب صدر استاد مناع القطان
کنڈکٹر شیخ صلاح ابو اسمٰعیل
۲۔ مسئلہ تربیت اور نوجوان صدر ڈاکٹر کامل باقر۔
نائب صدر ڈاکٹر عبدالہادی تازی
کنڈکٹر:۔ احمد رجب عبدالمجید
۳۔ دعوت و اعلام
صدر شیخ محمد غزالی
نائب صدر ڈاکٹر ادیب صالح
کنڈکٹر۔ ڈاکٹر ابراہیم زید کیلانی
۴۔ معادر و تراث
صدر شیخ عوض اللہ صالح
نائب صدر ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری
کنڈکٹر ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی

←

یہ سب کمیٹیاں فندق الخلیج (Gulf Hotel) سے تھوڑی دور دوسرے ہوٹل میں (جو وہاں کے ایک دیندار آدمی کا ہے) اور فندق الواحہ کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوئیں۔ جن مختلف ہالوں میں انتظام تھا ان کے نام صحابہ کرام کے ناموں پر رکھے گئے تھے۔ جو ہال سنت کمیٹی کے لیے تھا وہ حضرت صدیق ہال سے موسوم تھا جو ہال تربیت کمیٹی کے لیے تھا اس کا نام حضرت عبد اللہ بن عباس ہال تھا اور جو ہال دعوت کمیٹی کے لیے تھا اس کو حضرت فاروق ہال کہتے تھے۔ اور معاد کمیٹی کے ہال کا نام انس بن مالک ہال تھا۔ اس طرح یہ ہال مختلف اوقات میں حاضرین کانفرنس کی بحث و مناقشہ کا مرکز بنے رہے یہاں ان چند اہم شخصیات کے نام گنتے چلیے جو تقریباً اکیاون ملکوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ہندوستان کی اہم شخصیات میں سے حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدیر برہان مولانا یوسف صاحب امیر جماعت اسلامی ہند اور حضرت قاری صاحب کی نیابت میں ان کے بیٹے مولانا محمد سالم صاحب قاسمی، مولانا مختار احمد صاحب ندوی اور مولانا عبد الرحمن رحمانی وغیرہ تشریف لائے تھے۔ پاکستان سے حکیم سعید صاحب جسٹس افضل چیمہ صاحب مولانا تقی عثمانی ایڈیٹر پروفیسر خورشید صاحب اور امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد صاحب وغیرہ عراق کے موصل یونیورسٹی کے عماد الدین خلیل اردن کے شیخ اسعد بیوض اور اردنی یونیورسٹی کے شیخ مصطفیٰ زرقا۔ فلپائن کے شیخ احمد ستو سوڈان کے کامل الباقر جو ام درمان یونیورسٹی کے صدر ہیں۔ ملیشیا کے معہد الدعوۃ الاسلامیہ کے صدر شیخ عبد الجلیل حسن۔ سعودی عرب سے رابطہ کے سکریٹری جنرل شیخ محمد علی الحرکان نشر و اشاعت کے ڈائرکٹر محمد محمود حافظ مشہور خطیب و مصنف محمد محمود صواف، مشیر حکومت سعودی ڈاکٹر معروف الدوالیبی۔ شام کے محمد المجذوب جو مدینہ یونیورسٹی کے استاذ ہیں شیخ عبد الفتاح دمشق یونیورسٹی کے لکچرر اور شیخ محمد سعید رمضان البوطی۔ کویت کے وزیر اوقاف یوسف جاسم الحجی اور شیخ عبد اللہ العلی المطوع۔ رباط یونیورسٹی کے لکچرار مشہور عربی شاعر عمر بہاء الامیری۔ مراکش کے ابو بکر القادری۔ تونس کے عالم محمد حبیب الخوجہ عمان کے مفتی اعظم احمد بن احمد الخلیلی۔ مصر کے وزیر اوقاف جو دار العلوم دیوبند میں استاد بھی رہ چکے ہیں۔ عبد المنعم النمر۔ عبد العزیز کامل مشہور مصنف و خطیب اور الداعی الی اللہ محمد الغزالی جو مکہ یونیورسٹی میں استاد ہیں مشہور کاتب اسلامی انور الجندی۔ افغانستان کے محمد ہاشم مجددی۔ عبد الستار سرت۔ ترکی کے سابق نائب وزیر اعظم حزب اسلامی کے صدر جناب نجم الدین اربکان۔ امارات عربیہ سے دبئی کے چیف جسٹس احمد بن عبد العزیز المبارک اور ان کے مشیر مولانا تقی الدین صاحب ندوی جنوبی افریقہ سے مولوی سید حبیب الحق صاحب ندوی، اور سید سلمان بن علامہ سید سلیمان صاحب ندوی بحرین ہائی کورٹ کے وکیل یوسف احمد صدیقی عراق کے علمی اکیڈمی کے ممبر محمد شیت خطاب۔

اس کے علاوہ جو اہم تقریریں اور مقالے پڑھے گئے وہ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ کچھ تو اسی ہال میں ہوئیں جس میں اس کانفرنس کا افتتاح ہوا تھا اور کچھ جامع مسجد میں اور اتوار کو ایک علمی کمیٹی بھی منعقد ہوئی جس میں پانچ اہم علماء ڈاکٹر مہدی بن عبود، شیخ عبد الفتاح ابو غدہ۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے حصہ لیا اور اس کمیٹی کو کنڈکٹ عرب کے مشہور شاعر استاد بہاء الامیری نے کیا اس کمیٹی کا موضوع شریعت میں سنت کا مقام اور اسلامی زندگی میں اس کی حیثیت۔

دوشنبہ کو پروفیسر فواد سزگین جو عالمی فیصل ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں نے یورپ کی ترقی میں اسلامی عربی علوم کی تاسیس کا مسئلہ کے عنوان سے ایک تقریر کی۔

منگل کو مغرب بعد جامع مسجد میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے سیرت النبی اور مسلمانوں کی حالت کے عنوان سے ایک مفصل تقریر فرمائی۔

بدھ کو تونس کے عالم شیخ حبیب الخوجہ نے افریقہ اور مراکش میں سنت کا اہتمام کے عنوان سے ایک تقریر کی وہاں تقریروں کا بہت اچھا اثر رہا۔ اور لوگ ذوق و شوق سے شریک ہوئے حضرت مولانا کی تقریر میں تو وہ حضرات بھی شریک (حالانکہ یہ مولانا کی تقریر مستقر سے کافی دور تھی) ہوئے جن کے بارے میں امید نہیں تھی اور اکثر وہاں آئے ہوئے علماء شریک ہوئے۔ اسی طرح دعوتوں اور پارٹیوں کا بھی ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا لیکن حضرت مولانا ایک دو کے علاوہ شریک نہیں ہوئے اور وہ تمام دعوتیں اسی طرح پرتکلف ہوئیں جو عربوں کی فیاضی اور دریادلی اور مہمان نوازی کے شایان شان تھی جو ابھی تک قصے تھے وہ حقیقت بن کر سامنے آگئے اور ان عرب اسلاف کی یاد تازہ ہو کر رہی۔ جو خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلایا کرتے تھے اور اپنا چراغ گل کر کے مہمانوں کی خاطر داری کرتے تھے جس کی جھلکیاں کچھ نہ کچھ آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

شروع میں یہ بات رہ گئی کہ انھوں نے پہلے ہی سے ہوٹل کے کمروں میں وہ تمام سامان پہونچا دیا تھا جو مندوبین کو پیش کرنا تھا جو شخص بھی اپنے کمرے میں داخل ہوتا وہ سامان کو اپنی جگہ سلیقہ سے رکھا ہوا پاتا۔ ان میں سے جو کتابیں بطور ہدیہ ہر مندوب کو پیش کی گئی تھیں وہ حسب ذیل ہیں جو یقیناً ایک بیش قیمت تحفہ تھیں۔

۱۔ ڈاکٹر عبد العزیز صاحب کی کتاب حلق القرآن۔ (۲) شیخ ابو زہرہ کی تین جلدوں میں کتاب "خاتم النبیین" (۳) ڈاکٹر محمد علی مالکی "انوار المسالک" (۴) شیخ علوی مالکی کی نفحات الاسلام من بلدۃ الحرام" (۵) شیخ یحییٰ ابو بکر عامری کی الریاض المستطابۃ (۶) شیخ محمد عزت دروزہ کی دو جلدوں میں سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۷) حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی کتاب۔ السیرۃ النبویۃ (جس کا اردو میں ترجمہ نبی رحمت کے نام سے شائع ہو چکا) اور خاتم النبیین (یعنی قصص النبیین للاطفال کا پانچواں حصہ) (۸) ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی (۹) عبد الحمید خطیب کی "سیرت سید ولد آدم (۱۰) مورخ لسان الدین خطیب کی ادصاف الناس فی التواریخ والصلات ذلاذ و اجرد النطاف۔ اور ان کی دوسری کتاب معیار الاختیار فی ذکر المعاهد والدیار (۱۱) جلال الدین سیوطی۔ المهذب فیما وقع فی القرآن من المعرب اور اس پر ڈاکٹر التہامی راجی الہاشمی۔

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
ان کے علاوہ خصوصی پیش کش
ڈرائی فروٹ برفی
ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی
فون 320059
برانچ: ۱۔ ۳۳۔ محمد علی روڈ بمبئی ۔ ۳

افغانستان میں روسی جارحیت پر عالمی اسلامی تنظیموں کی تشویش

اسلامی کانفرنس کے سیکریٹری جنرل حبیب شطی نے افغانستان کی صورت حال پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس اپنے کسی ممبر ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی لیکن وہ اپنی اس ذمہ داری کو فراموش نہیں کر سکتی جو تمام ممالک کی آزادی اور تمام قوموں کی خود مختاری کے اصول کی حمایت کے سلسلے میں اس پر عائد ہوتی ہے۔ اسی بناء پر مسلمان ملکوں کی یہ تنظیم ایک مسلم ملک میں فوجی مداخلت پر بے تعلق نہیں رہ سکتی۔ سیکریٹری جنرل نے تمام ممبر ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ افغانستان میں بیرونی فوجی مداخلت کو روکنے کے لئے مناسب اقدامات کریں۔ اسی طرح رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل محمد علی حرکان نے شاہ خالد بن عبد العزیز کے نام اپنے ایک ٹیلیگرام میں افغانستان میں جارحانہ بیرونی مداخلت کی سخت مذمت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کے عوام ایک مسلمان قوم ہیں اور روس کی فوجی مداخلت کا مقصد افغانستان کی اسلامی حیثیت کو ختم کرنا اور اسے اپنے دائرۂ اثر میں رہنے والی ایک کالونی بنانا ہے اور یہ کارروائی بقائے باہمی کے تمام مسلّمہ اصولوں کے منافی ہے اور اس سے دوسرے ہمسایہ مسلم ممالک کی آزادی و سلامتی کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل نے دنیا کی تمام امن پسند اقوام سے اپیل کی ہے کہ وہ افغانستان میں بیرونی مسلح مداخلت کے خلاف آواز اٹھائیں۔ سعودی عرب کی وزارتی کونسل نے بھی جس کا اجلاس ولیعہد شہزادہ فہد بن عبد العزیز کی صدارت میں منعقد ہوا روسی مداخلت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تمام اسلامی اور عرب ممالک سے اپیل کی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں متحدہ موقف اختیار کریں۔

کا مقدمہ ہے۔

اس کانفرنس میں ولی عہد سے ملنے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اثنائے کانفرنس امیر قطر بھی آ گئے ان سے بھی حاضرین کی ملاقات ہوئی۔ ان کے دیوان خاص میں تمام علماء حاضر ہوئے اور ان سے مصافحہ ہوا۔

اس طرح جلسہ کی کارروائیاں جاری رہیں اور جو کمیٹیاں مقرر کی گئی تھیں انھوں نے اپنا کام مکمل کر لیا اور تمام قرار دادیں جن پر تقریباً ایک ہفتہ کے قریب صرف ہوا تھا وہ اپنی اصل صورت میں سامنے آ گئیں تاکہ آخری اختتامی جلسہ میں سنائی جا سکیں۔ جن مقالات پر بحث و مناقشہ ہوا ان کی تعداد ۷۳ تھی جو مختلف ممالک سے موصول ہوئے تھے ان میں جو قرار دادیں پاس ہوئیں ان کی مجموعی تعداد تقریباً ساٹھ تھی ان میں سنت مطہرہ کے متعلق ۱۲ نوجوان اور مسئلہ تربیت کے متعلق ۱۰ دعوت و اعلام کے بارے میں ۶ قرارات و معاد کے بارے میں اور چھ عام قرار دادیں تھیں۔ ان میں سے بعض اہم یہ ہیں۔

۱۔ فلسطین کا مسئلہ ایک اسلامی مسئلہ ہے اور اس کا آزاد کرانا ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہے۔ (۲) جن ممالک میں اسلامی دعوت کا کام کرنے والوں پر پابندیاں عائد ہیں یا وہ دباؤ میں ہیں یا ان پر زیادتیاں کی جا رہی ہیں کانفرنس ان کے ختم کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔

۳۔ کانفرنس مسلمانوں سے عام طور پر اور افراد و حکام سے خاص طور سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس صدی کا اسلامی تعلیمات کو اپنا کر اور اپنے روشن ماضی کی طرف لوٹ کر استقبال کریں۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیوں کو سنواریں۔ انھیں کے احکام رائج کریں کیونکہ اسی سے نصرت الٰہی اور تائید غیبی حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔

ان میں ایک قرار داد میں یہ بھی طے ہوا تھا کہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کی کتاب سیرۃ النبی اور مولانا مودودی کی سیرۃ النبی کا ترجمہ کرایا جائے اور چوتھی سیرت کانفرنس مراکش نے منعقد کرنے کی پیش کش کی جو قبول کی گئی اور ۱۴۰۲ھ میں پندرہویں صدی کے جلسوں کے اختتام کے طور پر ہونا طے پایا۔

ان قرار دادوں کے بعد لبنان کے مفتی شیخ حسن خالد نے اپنا مقالہ پڑھا اس میں انھوں نے اپنی مسرت کا اظہار کیا کہ آپ نے اس میں شرکت نصیب فرمائی اور کہا کہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اچھی اور پاکیزہ زندگی گذارنے کا ذریعہ بنا دے جس طرح ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ایک زمانہ کا آغاز ثابت ہوا جو تکلیف و آلام کے بعد شروع ہوا۔

دوسرے مقرر تھے ترکی کے نائب وزیر اعظم اور حزب اسلامی کے صدر نجم الدین اربکان۔ انھوں نے تقریر ترکی زبان میں کی جس کا ترجمہ ہو رہا تھا۔ انھوں نے فرمایا۔ ہماری پسپائی و ذلت اور وہ تمام امراض چاہے اخلاق سے متعلق ہوں یا اعمال کا سبب ہماری اسلام سے دوری اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض ہے۔ وہ تمام امراض جن میں ہم مبتلا ہیں اور وہ تمام بیماریاں جو ہمیں روگ کی طرح کھائے جا رہی ہیں ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنا کر اور ان کے اسوہ کو نمونہ بنا کر اپنے ان امراض کو دور کریں۔

تیسرے مقرر تھے حکومت مالی کے سفیر سیدی محمد یوسف جبری جو سعودی عرب میں سفیر ہیں۔ انھوں نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا۔ اگر ہم میں کا ہر شخص مخلص ہو جائے اور اللہ کے لیے بالکل خالص نیت کے ساتھ لگ جائے تو کام آسان ہو جائیں ہم کو جو کچھ مغرب نے دیا اس کو آزمایا اور جو مشرق نے دیا اس کو بھی پرکھا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ کیا اب وقت نہیں آگیا ہے کہ ہم اس کو دیکھیں جو نہ مشرق کا ہے اور نہ مغرب بلکہ رب المشارق والمغارب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ ہمارے اسلاف نے آزمایا تو انھوں نے مشرق و مغرب میں امن و سلامتی کا پھریرا لہرا دیا۔ ہم نے اس کو اپنی زندگیوں سے نکال دیا تو مشرق و مغرب کا لقمۂ تر بن گئے۔ اب ہم وہ زندگیاں نہیں پا سکتے جب تک ہم مخلصانہ ہوں۔ اللہ کے ساتھ، اپنے نفس کے ساتھ اور اپنی امت کے ساتھ جب ہم یہ کر لیں گے تو ان تمام چیزوں سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔ جن میں ہم پھنس چکے ہیں۔

آخری تقریر کانفرنس کے صدر شیخ عبد اللہ انصاری کی تھی جس میں انھوں نے تمام مندوبین، مترجم و کام کرنے والوں اور وہ تمام حضرات جنھوں نے ان کا ہاتھ بٹایا شکریہ ادا کیا۔ بادشاہ و ولی عہد کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے ان کے اس کام کی تکمیل میں بڑی مدد فرمائی۔ آخر میں انھوں نے فرمایا کہ مجھے اس سے امید ہے کہ چوتھی کانفرنس اس وقت ہوگی جب مسلمان متحد اللہ کے احکام نافذ و جاری اور اللہ کے دشمن پسپا ہو چکے ہوں گے۔

اس کے بعد اناؤنسر نے جلسہ کے اختتام کے لیے قاری محمد طبلاوی صاحب کو دعوت دی کہ قرآن مجید کی آیات سے جلسہ کا اختتام کریں تلاوت کے بعد کانفرنس کے صدر شیخ عبد اللہ بن ابراہیم انصاری نے حضرت مولانا سے درخواست کی کہ آخر میں دعا فرما دیں اور خود ہی اعلان فرمایا اور حضرت مولانا نے ایک پر اثر دعا فرمائی جس سے آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل بے قرار اور اس کیفیت واثر کے ساتھ کانفرنس کا اختتام ہوا اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور اس کو سارے انسانوں اور خاص طور سے مسلمانوں کے لیے باعث خیر و برکت کرے اور سنت کے اتباع اور سیرت کی پیروی کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ●●

ہندستانی کمیونسٹوں کی غلامانہ ذہنیت

(گوپال متل)

ہندوستانی کمیونسٹ اور ان کے ہم سفر سوویت یونین کے تئیں جس غلامانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی وہ روس کے ہر جبر اور دھاندلی کا خالصۃً پرانہ وار بیجا جواز پیش کرنے لگتے ہیں اور ضمیر کی خلش انھیں مطلقاً محسوس نہیں ہوتی۔ ان کی اس غلامانہ ذہنیت کا اگر دوسرے غیر کمیونسٹ ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں کے رویے سے موازنہ کیا جائے تو اس ذہنیت کی غلامانہ نوعیت اور بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اس میں بہت کچھ دخل ان ملکوں کے ماحول کو بھی ہے لیکن مغربی یورپ کی کمیونسٹ پارٹیوں کے لیے اب یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ روس کے جابرانہ نظام کی تعریف کر سکیں بلکہ اب تو وہ برملا طور پر صحت مند تنقید بھی کرنے لگی ہیں مثلاً ۲۲ اور ۲۳ اکتوبر کو جب چیکوسلواکیہ کے چھ ممتاز غیر مقلدوں کو مجموعی طور پر ۱۹ برس قید کی سزا دی گئی اور سماعت کے دوران بھی کافی دھاندلی ہوئی تو بہت سے کمیونسٹ پارٹیوں نے جن میں فرانس، اٹلی، اسپین، نیدرلینڈ اور برطانیہ کی کمیونسٹ پارٹیاں شامل ہیں اسکی برملا مذمت کی فرانس کی کمیونسٹ پارٹی کے سیاسی بیورو نے اپنے بیان میں کہا کہ خالصتاً سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر جو مقدمہ چلایا گیا ہے اس سے فرانسیسی کمیونسٹوں کو بہت تکلیف پہونچی اپنے بیان میں بیورو نے کہا:-

"ہم نے اس مقدمے کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی اور مسلسل یہ مطالبہ کیا کہ جن لوگوں کو سزا دی جا رہی ہے انھیں رہا کیا جائے ہم یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ سیاسی اور نظریاتی جد و جہد کے بجائے مقدمات اور قید کی سزاؤں کا سہارا لیا جائے فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کے سیاسی بیورو کا خیال ہے کہ انصاف اور سوشلزم کے مفادات دونوں کا تقاضا ہے کہ ملزموں کو بری کیا جائے۔"

روم میں اطالوی کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان یونیٹا نے بھی مقدمے کی مذمت کی ہے اور اسے سوشلزم کے خلاف جرم قرار دیا ہے۔ اسا یونیٹا نے لکھا ہے:-

"چیکوسلواکیہ کے پریس نے اپوزیشن کے چھ ممبروں کے خلاف جس متشددانہ انداز سے حملہ کیا ہے عوام اس سے آنکھیں نہیں موند سکتے انھیں باغیوں کا نام تک دیا گیا اور غیر ملکی تعلقات سے بھی ان کا تعلق قائم کیا گیا جس انداز سے مقدمے کی کارروائی جاری تھی اس کے پیش نظر ہر وہ شخص کا جو اس نظام میں مفید تبدیلیوں اور بہتر مستقبل کا خواہش مند ہے یہ فرض ہے کہ وہ ان چھ ملزموں کی جنھیں سزا دی گئی بریت کا مطالبہ کرے۔"

ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی یا اس کے کسی رکن نے اس وقت تک اس قسم کا بیان جاری نہیں کیا:

ملزموں کا قصور صرف اتنا تھا کہ انھوں نے جنوری ۱۹۶۹ء میں ایک ایسی تحریک جاری کی تھی جس کا مقصد حکومت سے یہ مطالبہ کرنا تھا کہ اقوام متحدہ نے شہری، سیاسی اقتصادی اور سماجی حقوق پر جو قرار دادیں منظور کی ہیں اور جنھیں ۱۹۶۸ء میں چیکوسلواکیہ نے بھی منظور کیا ہے ان کا احترام کیا جائے اور چیکوسلواکیہ کے قانون میں جن شہری آزادیوں کی ضمانت دی گئی ہے ان کا تحفظ کیا جائے۔ ابتداً اس تحریک کے اعلان نامے پر جو چار جون ۱۹۶۹ء کی تحریک کہلائی صرف تین سو لوگوں نے دستخط کیے تھے لیکن اب تائید کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار تک پہونچ چکی ہے۔

ملزموں پر ۱۹۶۱ء کے ضابطہ تعزیرات کے آرٹیکل ۹۸ کی پہلی اور دوسری ذیلی دفعات کے تحت مقدمہ قائم کیا گیا تھا پہلی دفعہ کا اطلاق ان اقدامات پر ہوتا ہے جن کا مقصد ریاست اور اس کے سماجی نظام کا تختہ الٹنا ہو۔ دوسری دفعہ کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اس قسم کی کارروائی کسی غیر ملکی طاقت یا غیر ملکی ایجنٹ کی انگیخت پر کریں ملزموں پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے سوشلسٹ ریاست کے خلاف بد اعتمادی پھیلانے اور اس کے غیر ملکی وقار کو گزند پہونچانے کی کوشش کی۔ اس بات کا خاص طور پر ذکر تھا کہ انھوں نے ایمنسٹی انٹرنیشنل کو مواد بہم پہونچایا اور اس طرح دنیا بھر میں چیکوسلواکیہ کے متعلق سوائن خبریں پھیلائیں۔

چھ کے چھ ملزموں نے بیان دینے سے انکار کر دیا۔ ان میں سے کچھ کا یہ کہنا تھا کہ وہ عدالت کو قانونی عدالت نہیں سمجھتے اور یہ بھی کہ انھیں اپنے دفاع کے لیے وکیل چننے کی اجازت نہیں ملی۔ جنھوں نے بیان دیا بھی انھوں نے حکومت کے پیش کردہ ہر ثبوت کو جھوٹا ثابت کیا لیکن حکومت نے اس کا پورا انتظام کر لیا تھا کہ مقدمے کی کارروائی اخباروں تک اسی شکل میں پہونچے جو حکومت کے حسب منشا ہو۔ تمام غیر ملکی اخبار نویسوں کا داخلہ عدالت میں ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ اسی طرح غیر ملکی وکیلوں کو جن میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کا آسٹروی شاہد بھی تھا عدالت میں داخلے سے محروم رکھا گیا۔ مقدمے کی کارروائی شروع ہوتے ہی ایک ملزم پیٹر اُہل کی بیوی کو زبردستی کمرہ عدالت سے باہر نکال دیا گیا۔ پہلے اس سے کہا گیا کہ وہ عدالت کی اجازت سے ہی مقدمے کی کارروائی کی نوٹس لے سکتی ہے۔ لیکن جب انھوں نے اس کا مطالبہ کیا تو اسے یہ کہہ کر چپ کرا دیا گیا کہ وہ عدالت کی کارروائی میں مداخلت نہ کرے۔ جیسے ہی وہ عدالت سے باہر نکلی اسے گرفتار کر لیا گیا الزام یہ تھا کہ اس نے ایک سرکاری افسر پر حملہ کیا تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی دھاندلی نہیں تھی اور اگر اس نے مغربی کمیونسٹوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ دیا ہے تو یہ قابل فہم ہے لیکن ہندوستانی کمیونسٹ اب بھی سوویت یونین یا اس کے کسی محکوم ملک کا دورہ کر کے آتے ہیں تو ہندوستانیوں کو یہی بتاتے ہیں کہ وہاں خیر سلّا ہے اور انسانی حقوق کا تحفظ وہاں آزاد ملکوں سے بہتر طور پر ہو رہا ہے ●●

مسلمانانِ بنگال کے سروں پر کمیونزم کا خطرہ

(علاء الدین)

کمیونزم کے ناپاک و مسموم جراثیم بنگال کے اکثر مسلمانوں کے جسموں میں بس گئے ہیں جس کے نتیجے میں وہ ایک دوسرے سے عداوت اور دشمنی کرنے لگے جو لوگ اس خبیث تحریک سے گریزاں ہیں ان پر ظلم و ستم ڈھایا جا رہا ہے۔ ظلم کرنے والوں کا نام سن کر حیرت ہوگی کہ وہ ایک مسلمان ہی ہیں جن کی رگ رگ میں کارل مارکس کی محبت سما گئی ہے اس سے بڑھ کر افسوسناک اور خطرناک بات یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر ہتھیار اٹھا رہا ہے۔ آپس میں ایسی لڑائی کرتا ہے اور موت کی منزل پہونچانے میں بھی دریغ نہیں کرتا ہے۔ کمیونزم کے مسموم جراثیم کے زہریلے اثر نے مسلمانوں میں محبت و الفت کے الفاظ کو مہمل اور بے معنی کر دیا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر حیف کہ مسلمان، اسلام و کمیونزم میں کافی ہم آہنگی اور یگانگت کے قائل ہیں اور اس کی مثال میں مساوات پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ کمیونسٹ ذمہ داروں نے اہل بنگال کی زمین کا ٹیکس معاف کر دیا ہے یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ وہ اسلام کی موافقت کرنے والا نظام ہے جیسے اسلامی ملکوں میں مسلمانوں سے ٹیکس نہیں لیا جاتا ہے اسی طرح سے ان ٹیکس وصول کرنا بند کر دیا گیا ہے۔ بھولے بھالے مسلمانوں کی زبانوں سے بھی ایسی ایسی تاویلیں سننے میں آتی ہیں کہ انسان انگشت بدنداں ہو جاتا ہے۔

گھناؤنی معاشی و معاشرتی جرائم کے ہتکنڈے میں جو لوگ خم کے خم چڑھائے ہیں وہ سادہ لوح مسلمانوں کے معلم بن کر یہ سب تاویلیں سکھاتے ہیں اور یہ ان کو بظاہر مسلمان دیکھ کر ان کی باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں اور باپ بیٹے بھائی بھائی میں دشمنی اور عداوت کی آگ بھڑک جاتی ہے

مساوات

اسلام کا نظام مساوات کمیونزم کے مساوات سے بالکل مختلف ہے اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ "واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" کہ خدا جس کو چاہتا ہے بلا حساب رزق دیتا ہے، اور یہ ہے نظر کا اللہ اب کمیونزم اس نظام الٰہی کو توڑ دیتا ہے اور دولت مندی کی دولت کو جبراً چھین لیتا ہے

گاڑھے بازخواں

(رشید...)

۱۔ امام ذہبی علی ابن احمد خوارزمی سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ہم سات ماہ مصر میں مقیم رہے لیکن اس عرصے میں شوربا دیکھنے کو بھی نہیں ملا۔ سارا دن شیوخ کی چوکھٹ پر چکر لگانے میں گزرتا اور رات کو دن بھر کے علم کا مذاکرہ ہوتا۔ ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم ایک شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے پہونچے پر معلوم ہوا کہ شیخ کی طبیعت ناساز ہے (ہم واپس ہو رہے تھے) کہ میری نظر ایک مچھلی پر پڑی اور وہ اچھی معلوم ہوئی لہٰذا ہم نے اس کو خرید لیا۔ گھر لوٹ رہے تھے کہ ایک محدث کی مجلس کا وقت آ پہونچا ہم لوگ حاضر مجلس ہو گئے تین روز تک مچھلی یوں ہی رکھی رہی۔ قریب تھا کہ وہ سڑ گل کر خراب ہو جائے ہم نے اس کو بغیر پکائے ہوئے ہی کھا لیا۔ اتنا وقت نہ تھا کہ اس کو بھون کر ہی کھا لیتے۔ آخر میں شیخ فرماتے ہیں کہ تن آسانی کے ساتھ حصول علم ممکن ہی نہیں۔

۲۔ ابو یوسف رحمہ فرماتے ہیں کہ میں علم حدیث و فقہ حاصل کرتا تھا اس وقت میری حالت بہت ہی خستہ تھی اتفاق سے ایک روز میرے والد آئے میں استاد کی خدمت میں تھا اپنے والد کے ساتھ چلا گیا والد فرمانے لگے۔ بیٹا جتنی چادر اتنا ہی پھیلاؤ ابو حنیفہ کو تو روٹی کپڑا مل جاتا ہے اور تم کو کسب معاش کی ضرورت ہے تب لہٰذا میں نے پڑھنا چھوڑ دیا اور والد کی اطاعت و فرمانبرداری کو ترجیح دی۔ استاد محترم نے مجھے تلاش کیا اور یاد فرمایا تو حاضر خدمت ہوا اور پابندی سے درس مجلس میں جانے لگا۔ پہلے ہی روز جب کہ میں عرصہ دراز کی جدائی کے بعد ملا تو آپ نے فرمایا یوسف کیا بات ہے۔ عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی! میں نے کہا محترم! والد صاحب کی اطاعت و فرمانبرداری اور فکر معاش نے مجھے آپ سے جدا کر رکھا ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ جب سب لوگ چلے گئے۔ استاد صاحب نے میری طرف ایک تھیلی بڑھائی اور فرمایا کہ اس سے اپنی ضروریات پوری کرو جب تھیلی کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں سو درہم ہیں، پھر فرمایا عزیز! مجلس میں پابندی سے حاضر ہوا کرو۔ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے مطلع کرو اس کے بعد میں مجلس میں پابندی سے حاضر ہوتا رہا جب ایک مدت گذر گئی تو مزید سو درہم عنایت فرمائے اس کے بعد آپ برابر خیال کیا کرتے حالانکہ میں کبھی اپنی ضرورت کا اظہار نہیں کرتا اور نہ ہی رقم ختم ہو جانے کا ذکر کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی رقم ختم ہونے کی اطلاع دے دیتا تھا حتیٰ کہ میں فقر سے بے نیاز ہو گیا۔

۳۔ واقدیؒ نے لکھا ہے کہ میرے دو دوست تھے ان میں سے ایک ہاشمی خاندان کا تھا۔ ہم تین قالب ایک جان تھے۔ سب سے زیادہ عسرت کا زمانہ تھا چنانچہ جب عید کا موقع آیا تو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی کہ ہم تو فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر ہی رہے ہیں لیکن بچوں کی حالت دیکھ کر دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے ہمسایہ اور پڑوس کے بچوں کو زیب و زینت اور صاف ستھرے لباس میں دیکھ کر حسرت و یاس کی تصویر بن جائیں گے اس لیے اگر آپ کوئی انتظام کر سکتے ہیں تو جلد کیجیے۔

میں نے اپنے ہاشمی دوست کو خط لکھا اور اس میں اپنی تنگدستی کا تذکرہ کرتے ہوئے کچھ مدد طلب کی خط پہونچتے ہی انھوں نے ایک ہزار درہم کی ایک سر بند تھیلی روانہ کی ابھی بے قراری کی کیفیت زائل ہونے ہی پائی تھی کہ ایک دوسرے دوست کا خط آ پہونچا جس میں وہی تحریر تھی جو میں نے اپنے دوست کو لکھی تھی میں نے اسی وقت اس سر بند تھیلا کو دوست کی خدمت میں بھیج دی اور سیدھا مسجد چلا گیا بیوی کے شرم کی بنا پر گھر نہ گیا۔ رات مسجد میں گذاری پھر جب گھر لوٹ کر بیوی کے پاس گیا تو وہ بڑے اچھے طریقہ سے پیش آئی اور کسی قسم کی ملامت نہیں کی۔ ابھی ہم گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک میرے مہربان ہاشمی دوست آ پہونچے ہاتھ میں ایک تھیلی تھی۔ آتے ہی کہنے لگے کہ آپ سچ سچ بتلائیے کہ جو تھیلی میں نے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی اسے کیا کیا میں نے ان کو پورا واقعہ بتلایا وہ کہنے لگے کہ جس وقت آپ نے مجھ سے مدد طلب کی تھی اس وقت میرے پاس یہی رقم تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کی تھی اور خود میں نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جس میں اپنی بے بضاعتی ظاہر کرتے ہوئے مدد کی درخواست کی۔ خط پڑھتے ہی وہ میری ہی تھیلی لے کر حاضر ہو گئے ۔۔۔۔۔۔ واقدی فرماتے ہیں کہ سو درہم ابھی بیوی کے لیے رکھ لیے اور ان ایک ہزار میں جو بچے باہم تقسیم ہو گئے اس طرح ہم نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ یہ خبر خلیفہ مامون تک پہونچ گئی۔ اس نے مجھے طلب کیا۔ دربار میں حاضر ہو کر میں نے معاملہ کی وضاحت کی۔ یہ سن کر خلیفہ نے سات ہزار درہم دینے کا حکم دیا ہر ایک کے لیے دو دو ہزار اور بیوی کے لیے ایک ہزار۔

۴۔ ابوبکر علی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابن المقری فرمایا کرتے تھے کہ میں اور میرے ساتھ طبرانی اور شیخ ابن حیان مدینہ منورہ میں مقیم تھے ایک دن زاد راہ ختم ہو گیا اور ہم بے عزت ... کا دور آ گیا لہٰذا ہم نے صوم وصال کی نیت کر لی۔ یعنی پے بہ پے دو روزے رکھے جب سورج غروب ہوا تو میں نے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے رسول بھوک ستا رہی ہے۔ طبرانی نے کہا۔ ابن المقری بیٹھ جاؤ! آج یا تو کھانا ملے گا یا موت آئے گی پھر میں اور ابو الشیخ کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد خاندان علی سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب آئے دروازہ کھٹکھٹایا جیسے ہی ہم نے دروازہ کھولا کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ دو غلام ہیں جو دو بھری ہوئی ٹوکریاں اٹھائے ہوئے ہیں انھوں نے کہا کہ آج رات میں نے خواب دیکھا کہ آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کر رہے ہیں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ میں کھانے پینے کا سامان لے کر آپ حضرات کی خدمت میں پہونچ جاؤں۔

۵۔ محمد بن نصر المروزی فرماتے ہیں کہ مجھ کو مصر جانا تھا میں مصر کے اس ارادہ سے چل پڑا، ہم سفر میری ایک باندی تھی۔ بحری سفر ہونے کی بنا پر کشتی پر سوار ہو کر چلے اتفاق سے کشتی ٹوٹ ... سامان کے ہمراہ ڈوب گئی ساتھ میں دو ہزار کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ سب ضائع ہو گیا کسی طرح

بقیہ ص ۸

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

نمبر ۱۰۲ حاجی بلڈنگ ایس وی پٹیل روڈ

لل بازار بمبئی نمبر ۳

اسپیشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپیشل ممری	گولڈن ڈسٹ
نوبل مکسچر	فلاوری بی او پی

TELEGRAM:- CUP. KATTLY
PHONE No. 332220

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

اصل سر چشمہ علم اور فکر

کوئی بھی تحریک ہو، ملت کے لیے جو بھی کوشش ہو اور دنیا میں تبدیلی لانے کا جو بھی منصوبہ ہو، اس کا اصل سر چشمہ علم اور فکر ہوتا ہے، جو تحریک یا جو کوشش فکر و علم کی رفاقت یا اعانت سے محروم ہو یا دور ہو وہ تحریک کامیاب نہیں ہوتی اور اگر کامیاب ہو بھی جائے تو دیرپا ثابت نہیں ہوتی۔

دنیا میں صالح اور غیر صالح کتنے ہی انقلابات آئے ہیں خواہ وہ سیاسی نوعیت کے ہوں یا معاشرتی، فکری یا ذہنی سب کے پُشت پر کچھ ادارے رہے ہیں، کچھ درسگاہیں رہی ہیں۔ مدرسہ یا درسگاہ میں وسیع معنی میں بول رہا ہوں، اقبال جس معنی میں مکتب و مدرسہ کا ذکر کرتے ہیں، وہی مفہوم میرے پیش نظر ہے۔ کسی تحریک کے ساتھ جب تک کسی مدرسہ، کسی دانشگاہ کی رفاقت و اعانت نہ ہو یا وہ اس کی آبیاری میں شریک نہ ہو، اس تحریک کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتیں، ایک معمولی جھونکے سے ایسی تحریکوں کے تناور درخت زمین پر گر جاتے ہیں،

آپ انبیاء علیہم السلام کی مبارک، پاکیزہ، مامور من اللہ دعوتوں سے لے کر جن کے بعد تحریکات کا نام لینا، انقلابات کا نام لینا ایک طرح کی بے ادبی محسوس ہوتی ہے۔ حیات انسانی کے دریا میں پیغمبروں کی دعوت سے لے کر مختلف تحریکوں، اور انسانی کوششوں کی موجیں اٹھتی رہی ہیں، لیکن جس تحریک کی پُشت پر فکر و علم، ذہنی تربیت، عقیدہ اور ایمان اور کچھ حقائق اور بصیرت نہیں تو یہ حباب کی طرح اٹھیں گی اور حباب کی طرح بیٹھ جائیں گی، بلکہ سراب ثابت ہوں گی۔ وہ لوگ جو پیاس سے جاں بلب ہوں گے جب تیزی سے قدم اٹھا کر قریب پہنچیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہاں کچھ نہیں، وہاں سراب ہے، نگاہوں کا دھوکا ہے۔

شجرِ ممنوعہ:

میں سیاست کو شجر ممنوعہ نہیں سمجھتا، دین و سیاست کی تقسیم کا میں قائل نہیں، لیکن میں عرض کروں گا کہ سیاست ایک پہاڑی ندی ہے جو شور مچاتی ہوئی نکل جاتی ہے، لیکن درسگاہیں وہ میدانی ندی ہے جو کھیتوں کو سیراب کرتی ہوئی اور زمین کو حیاتِ نو بخشتی ہوئی گزرتی ہے اور باقی رہتی ہے۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

Regd No. LW/NP 56

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

Phone: 22949

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

بمبئی میں

خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور

مٹھائیاں اور حلویات

عمدہ و لذیذ

سُلیمانی افلاطون

ان کے علاوہ خصوصی پیش کش

ڈرائی فروٹ برفی

ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی

ہر قسم کے تازہ و خستہ

بسکٹ

اور

نان خطائیاں

خریدنے کا قابل اعتماد مرکز

سُلیمان عُثمان مٹھائی والے

مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی

فون 320059

برانچ: — ۳۳- محمد علی روڈ بمبئی - ۳

مطاکیہ (شام) کے واقعات پر دیانت دارانہ تحقیقات کا مطالبہ

شام کی فرقہ پرست نصیری حکومت کے خلاف اخوان المسلمین نے مطاکیہ کے واقعہ پر ایک بیان جاری کیا ہے۔ جس میں منصفانہ اور دیانت دارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا ہے نیز اس سازش میں شریک حکومت کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ خود حافظ الاسد نے لیبیا اور کیوبا کا دورہ کرنے سے قبل اس بہیمانہ قتل کا منصوبہ بنایا تھا اور اس کا الزام اخوان المسلمین کے سر منڈھ دیا تھا کہ اس نے نصیری نسل کے دو فرد کو ہلاک کیا اور فرقہ وارانہ فسادات پھیلائے اسی بیان میں اخوان المسلمین نے پوری دنیا کے سامنے مسلمانوں سے مذمت کرنے کی اپیل کی ہے اور باخبر کیا ہے کہ سنی مسلمانوں کو شامی حکومت نے مطاکیہ کے ساحلی علاقوں میں فلسطین میں یہودیوں کی سازش جیسے حالات کا سامنا ہے اور ان کو بے دخل کر کے نصیری ریاست قائم کی جائے۔ اخوان نے اس بیان میں امن و انصاف کے نام پر امت مسلمہ اور مہذب دنیا کو مداخلت کرنے پر زور دیا اور کہا ہے کہ نصیری حکومت مسلح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے ہیں اور ان کو ہراساں کرتے ہیں۔ ●●

بقیہ صفحہ ۱۱

قسم کا جھوٹا دعویٰ اگر اس ملحد گروہ کے "امام" نے بھی کیا تو جائے تعجب نہیں۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ اس نے اپنی مہدویت کا اعلان بیت اللہ شریف کی بے حرمتی اور خونریزی سے کیا۔ جس کو ادنیٰ عقل و فہم کا آدمی بھی الحاد و زندقہ سمجھتا ہے۔

بعض لوگوں کو ان جھوٹے مدعیانِ مہدویت کے اناپ شناپ دعووں سے سچے مہدی کے آنے کا بھی شک ہونے لگا ہے مگر جس شخص نے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا ہو اس کے لئے کسی حیرت و تردد کی ضرورت نہیں کہ صبح صادق سے پہلے صبح کاذب طلوع ہوا کرتی ہے۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظہور جس ماحول میں ہوگا اور اس وقت عالمی سیاست کا جو نقشہ ہوگا وہ احادیث شریفہ میں تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے ان کو جب موجودہ حالات پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو بالکل صاف نظر آتا ہے کہ ابھی تک وہ نقشہ نہیں بنا اس لیے ان ہندی یا عربی جھوٹے مہدیوں کے عمل سے سچے مہدی علیہ الرضوان کے ظہور کا مسئلہ صرف اسی شخص کے لیے مشتبہ ہو سکتا ہے جس نے دینی تعلیمات کا صحیح مطالعہ نہ کیا ہو۔ (بشکریہ جنگ کراچی)

برائے کرم خط و کتابت کرتے وقت حوالہ خریداری نمبر ضرور تحریر کریں

پرنٹر، پبلشر، ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

مرتبہ: شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

زرِ تعاون
اندرون ملک ۱۶ روپے
فی پرچہ ۸۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک ۴ پونڈ
ہوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ۶ پونڈ
افریقی ممالک ۷ پونڈ
یوروپ و امریکہ ۹ پونڈ

جلد نمبر (۱۷) | ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۸۰ء ۔۔۔ ۲۱ صفر المظفر سنہ ۱۴۰۰ھ | شمارہ نمبر (۵)

شمس الحق ندوی

حصول اقتدار کا اصل مقصد ۔۔۔ عوام کی راحت رسانی ہے

ہندوستان کی ساتویں لوک سبھا کے انتخابات مکمل ہو گئے۔ ہندوستانی عوام نے آئندہ پانچ سال کے لئے اپنی سیاسی قسمت کی باگ ڈور کانگریس (آئی) کے ہاتھ میں دے دی۔ تین برس پہلے جب لوک سبھا کے انتخابات ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ اس کے نتائج غیر متوقع اور خلاف معمول تھے حالیہ الکشن کے نتائج کے بارے میں بھی عام احساس اور تاثر یہی ہے لیکن اگر سابق اور حال انتخابات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ تین سال پہلے والے الکشن میں اور حالیہ الکشن میں کوئی چیز عام اصول اور دستور سے ہٹ کر نہیں پیش آئی۔ ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک جملہ انتخابات میں کانگریس کے مقابل اور اس کی حریف پارٹیوں میں کوئی اشتراک اور تعاون نہیں ہوتا تھا اس کے نتیجہ میں اگرچہ کانگریس کے خلاف ووٹوں کی بڑی تعداد ہوتی تھی لیکن جیت کانگریس ہی کی ہوتی تھی کیونکہ وہ زائد ووٹ مختلف سیاسی پارٹیوں کے امیدواروں میں تقسیم ہو جاتے تھے ۱۹۷۷ء میں کچھ مخصوص حالات کی وجہ سے تمام سیاسی پارٹیوں کا ایک متحدہ محاذ جنتا پارٹی کے نام سے بنا اور ان سب میں باہمی اشتراک و تعاون کے ساتھ الکشن نے کانگریس کو شکست دے دی۔ اس الکشن میں کانگریس کے منفی ووٹ یکجائی طور پر ایک ہی امیدوار کے حق میں ڈالے گئے لیکن متحدہ محاذ پر مشتمل سیاسی پارٹیوں کا یہ اتحاد عارضی اور مؤقت ثابت ہوا کیونکہ اس میں مختلف خیال، مختلف ذہن اور مختلف سیاسی آراء کے لوگ جمع ہو گئے تھے اور جب سکون کے ساتھ ملک کے لئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کی ضرورت سامنے آئی تو اس گروہ نے زیادہ ذہانت اور دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔ متحدہ محاذ نے یہ کام تو بہت اچھا کیا تھا کہ اپنی اپنی پارٹیوں کی انفرادیت کو ختم کر کے جنتا پارٹی میں ضم ہو گئی تھیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انضمام دو دلوں کا اتحاد نہیں تھا بلکہ صرف دو دلوں کا اتحاد تھا اور جس کے اندرون میں کشمکش اور ذاتی اقتدار و وجاہت کے حصول کی حرص پوشیدہ تھی۔ ایسی جماعتوں کا جو انجام ہوتا ہے اس کے بارے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ یہ جماعت بھی سوا دو برس کے اندر اندر انتشار کا شکار ہو گئی اور ہر گروہ اپنی سابق انفرادیت کی طرف لوٹ گیا، حیرت تو اس پر ہے کہ اس انتشار کے بعد بھی ان گروہوں نے جس اتحاد کا مظاہرہ کیا وہ انتخابات کی حکمت عملی اور امیدواروں کے انتخاب کے مسئلہ پر دوبارہ پھوٹ کا شکار ہو گئے۔ اب اس کے بعد پھر الکشن کی وہی صورت حال بحال ہو گئی جو ۱۹۵۲ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک قائم رہی تھی اس لئے لازمی نتیجہ وہی ہونا چاہئے تھا جو ۱۹۷۷ء سے پہلے سامنے آ رہا ہے۔ اگر اس مرتبہ بھی کانگریس آئی کے منفی ووٹ متحدہ طور پر ایک امیدوار کے حق میں ڈالے جاتے تو کچھ فرق کے ساتھ وہی نتیجہ سامنے آتا جو تین برس پہلے آ چکا ہے۔

ایک غیر جانبدار ناظر اور مشاہد کی حیثیت سے ہندوستان کی موجودہ سیاسی صورت حال اور انتخابی سیاست و حکمت عملی کے سلسلہ میں جو واقعات و تجربات سامنے آ رہے ہیں اور بالخصوص اس الکشن میں ثقہ راویوں کے ذریعہ اور تواتر کے ساتھ جو باتیں معلوم ہوئی ہیں وہ انتہائی مایوس کن اور تکلیف دہ ہیں۔ اور اگر سیاسی مبصرین اور زعماء نے اس کی فوری فکر و اصلاح نہ کی تو یہ ملک کے لئے انتہائی خطرناک بات ہوگی۔ ان میں سرفہرست،

۱۔ بدعہدی اور وعدہ خلافی ہے الکشن کے اعلان کے بعد امیدوار پارٹیوں کی طرف سے مینی فسٹو کے نام سے ایک تحریر شائع ہوتی ہے اس میں ہر پارٹی اپنے مقاصد اور اپنے اصول کا اعلان کرتی ہے اور ملک کے اہم مسائل پر اپنی پالیسی کا اعلان کرتی ہے یہ تحریر درحقیقت اس پارٹی کی طرف سے عوام اور ووٹروں کے سامنے ایک عہد ہوتا ہے کہ اگر ہمیں اقتدار نصیب ہوا تو ہم وعدہ اور عہد کرتے ہیں بلکہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم ان اصولوں اور ان مقاصد کو بروئے کار لائیں گے۔ سیاسی لغت میں مینی فسٹو، درحقیقت پارٹی کا مقدس صحیفہ ہے جس کے مندرجات پر عمل کرنا پارٹی پر فرض ہوتا ہے لیکن ہندوستانی سیاست کا یہ افسوسناک پہلو ہے کہ سیاسی پارٹیاں اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنے اس مقدس عہد کو یکسر فراموش کر دیتی ہیں اور جب ان کو اس وعدہ خلافی کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو وہ رکیک تاویلات سے کام لیتے ہیں اور بعض تو ایسے نڈر ہو جاتے ہیں کہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ مینی فسٹو میں جو باتیں لکھی گئیں ضروری نہیں کہ ان پر عمل بھی کیا جائے۔

۲۔ انتخابات کے موقعہ پر رشوت اور دوسرے ناجائز اور غیر اخلاقی افعال و حرکات وارتکاب کا جو بلا استثنا تمام سیاسی پارٹیوں کی طرف سے اپنی قدرت اور موقع ملنے اور پانے کی صلاحیت پر ہوتا ہے اس میں استثنائی طور پر کچھ امیدوار اور کارکن تو ضرور مستثنیٰ

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمائیے، اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ ۲۵/۱۹ روپے کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

تفہیم القرآن

از: مولانا محمد اویس ندوی مرحوم

گھر میں جانے کا ادب

یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم۔
(نور ۴)

مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے سلام علیکم کئے بغیر نہ جایا کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تم کو اس لئے دیا گیا ہے) کہ (جب ایسا موقع ہو تو) تم (اس کا خیال رکھو) پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں (خاص) اجازت نہ ہو ان میں نہ جاؤ، اور اگر گھر میں کوئی ہو اور تم سے کہا جائے کہ (اس وقت موقع نہیں) لوٹ جاؤ تو (بے تامل) لوٹ آؤ یہ (لوٹ آنا) تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت کے بہت فائدے ہیں! مگر ان سب میں اصلی بات یہ ہے کہ بعض وقت آدمی ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ یہ نہیں چاہتا ہے کہ دوسرے اس کو ایسی حالت میں دیکھیں! ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر جاتے تھے، تو اجازت لینے سے پہلے دروازہ کے داہنے یا بائیں کھڑے ہوتے تھے، سامنے نہیں کھڑے ہوتے تھے، تاکہ اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی آئے اور آپ کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو گئے! تو آپ نے فرمایا کہ دروازہ کے داہنے یا بائیں کھڑے ہو، کیونکہ اجازت لینے کا حکم اسی لئے دیا گیا ہے کہ گھر کے اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑنے پائے۔

اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کر کے کہے کہ میں اندر آ سکتا ہوں، تین بار سلام کرنے کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس جانا چاہیے! البتہ اگر کسی کو خود بلایا جائے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

دکانوں میں جانے کے اور اسی قسم کی عام جگہوں میں جانے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

خود اپنے گھر کے اندر بھی سلام کر کے جانا چاہیے۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کو بار بار اجازت لینے میں زحمت ہوگی، جیسے چھوٹے بچے یا لونڈی غلام یہ ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں، اس لئے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے، لیکن تین وقت ایسے ہیں کہ ان کے لئے بھی اجازت لینا ضروری ہے! وہ وقت نماز عشاء کے بعد، نماز صبح سے پہلے، اور دوپہر کے وقت۔

مجلس کا ادب

یا ایھا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فانشزوا۔
(مجادلہ)

اے مسلمانو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی کرو تو کشادگی کرو، اللہ تمہارے لئے کشادگی کرے گا! اور اگر کہا جائے کہ اٹھ جاؤ، تو اٹھ جاؤ۔

اس آیت میں مجلس میں بیٹھنے کا ادب بتایا گیا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کوشش کر کے اسی جگہ پر بیٹھتے ہیں، جو کسی وجہ سے خاص درجہ رکھتی ہے۔ ایسی حالت میں جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے! اور اگر ان سے ذرا ہٹنے اور دوسروں کے لئے جگہ بنانے کے لئے کہا جائے تو وہ برا مانتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ادب سکھایا ہے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھا کرو، صحابہ کا طریقہ تھا کہ جہاں بے تکلف پہلے جگہ مل جاتی وہاں بیٹھ جاتے! مجمع کو چیر کر آگے بیٹھنے کی کوشش نہ کرتے مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھنا چاہیے! اگر کوئی شخص مجلس میں ایک جگہ بیٹھ کر کسی ضرورت سے خود اٹھ جائے تو پلٹنے کے بعد وہی اس جگہ کا مستحق ہے!

مجلس میں جو معزز جگہ ہے وہاں خود بیٹھنے کی کوشش نہ کرنا چاہیے، کسی دوسرے کے یہاں جانا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر اس کی خاص معزز جگہ پر نہ بیٹھنا چاہیے۔

ایک مرد مومن کی استقامت اور قوت ایمانی

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دجال نکلے گا تو اللہ کا ایک مومن بندہ اسکی طرف جائے گا پہلے دجال کے پہرے داروں سے مڈبھیڑ ہوگی وہ پوچھیں گے کہاں جانے کا قصد ہے؟ مومن کہے گا میں دجال سے ملنا چاہتا ہوں وہ کہیں گے کیا تم میرے رب العالمین پر ایمان نہیں لائے، مومن کہے گا میرے پروردگار کی صفتوں میں کچھ پوشیدگی نہیں ہے (یعنی اس کے رب ہونے کے دلائل اور براہین اظہر من الشمس ہیں) تو وہ کہیں گے اس کو قتل کر دو۔ پھر ایک دوسرے سے کہے گا کیا تمہارے رب نے تم کو حکم نہیں دیا کہ میری بے اجازت کسی کو قتل نہ کرنا؟ تو وہ لوگ اس کو دجال کے پاس لے جائیں گے جب وہ مرد مومن اس کو دیکھے گا تو کہے گا اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا پس دجال ان لوگوں کو حکم دے گا اس کو زمین میں چت لٹا دو یا پیٹ کے بل لٹا دو تو وہ لٹا دیا جائے گا۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کو پکڑ کر اس کا سر توڑ دو۔ وہ اس کی پیٹھ اور پیٹ کو بری طرح سے زد و کوب کریں گے۔ پھر دجال کہے گا کہ کیا تم اب بھی مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے؟ مومن کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔ پھر دجال حکم دے گا کہ اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دو۔ پھر آرے سے اس کا سر چیرتے ہوئے دو ٹکڑے کر دیں گے اور دجال دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں (اترا تا) ہوا چلے گا اور اس سے کہے گا اٹھ وہ مرد مومن سیدھا کھڑا ہو گا دجال کہے گا اب بھی تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے وہ کہے گا اب تو مجھ کو اور بھی یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا ہے پھر وہ مرد مومن اپنے لوگوں سے کہے گا۔ اے لوگو! یاد رکھو جو کچھ اس نے میرے ساتھ معاملہ کیا ہے کسی کے ساتھ نہ کر سکے گا۔ پھر دجال اس کو ذبح کرنے کے خیال سے پکڑے گا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور ہنسلی کو تانبا بنا دے گا (یعنی تانبے کی طرح سخت تاکہ کوئی چیز اثر نہ کر سکے) پھر وہ لاکھ ذبح کرنا چاہے گا لیکن ذرہ برابر اثر نہ ہوگا۔ تب دجال اس کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر اس کو پھینک دے گا۔ لوگ دیکھیں گے کہ وہ آگ میں پھینکا گیا ہے لیکن درحقیقت وہ بہشت میں ہوگا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ رب العالمین کے نزدیک سب سے بڑی شہادت اس کی ہوگی۔ یا اللہ تعالیٰ کے حضور میں دجال کے جھوٹے ہونے کی گواہی دینے میں وہ سب سے پیش پیش ہوگا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ دجال کے متعلق حضور سے جتنا سوال میں نے کیا ہے اور حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ وہ تم کو نقصان نہ پہونچائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی آپ نے فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس قابل نہیں کہ اس کو یہ قدرت حاصل ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی نے اپنی امت کو اس کانے کذاب سے ڈرایا ہے۔ سن لو یقیناً وہ کانا ہے اور تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک۔ف۔ر۔ لکھا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو دجال کی ایسی علامت بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو وہ یہ کہ دجال کانا ہے اور اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا جس کو وہ جنت کہے گا۔ لیکن حقیقت میں وہ آگ ہوگی۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور مسیح دجال داہنی آنکھ کا کانا ہے گویا اس کی آنکھ انگور کا دانہ ہے جو ابھرا ہوا ہے۔

دولت کے لیے جنگ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے قریب فرات پھٹ جائے گا اور سونے

(بقیہ صفحہ)